ماہنامہ
المرشد

مئی 2017ء
شعبان المعظم / رمضان المبارک 1438ھ

الله
رسول
محمد

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللهُ اَللهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ اَللهُ الله... (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اللہ کرنے والا ایک فرد بھی دنیا میں موجود ہوگا تو قیامت نہیں آئے گی۔

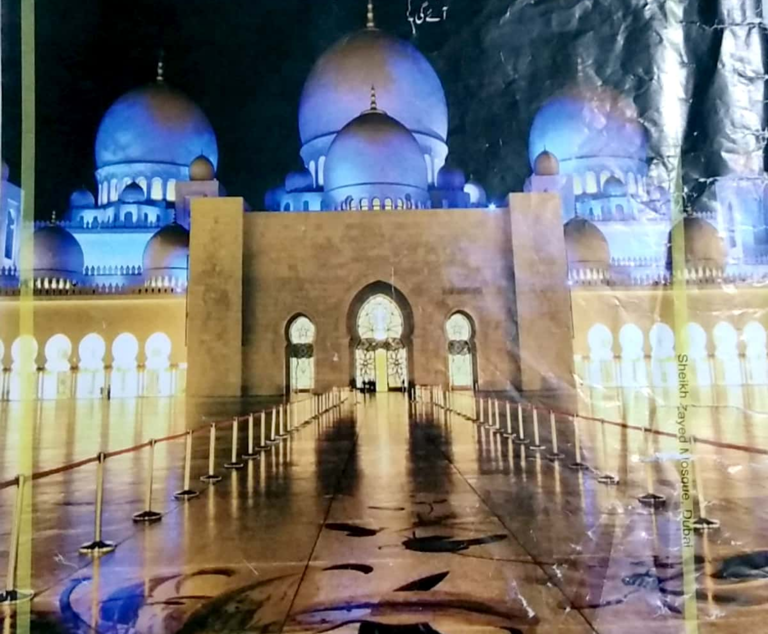

دعا سے پہلے بھی درود پڑھا جائے آخر میں بھی درود پڑھا جائے تو اُس کے قبول ہونے کی اُمید زیادہ کی جاسکتی ہے (صفحہ نمبر: 11) الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوّف

انسان جسم و روح کا مرکب ہے۔ بدن خاکی ذرات سے تعمیر ہوا لہٰذا اس کی راحت و غم مادّی ہیں۔ اس کی توجہ ہمیشہ اپنی اصل یعنی مادے (یعنی دنیا) کی طرف ہوتی ہے۔

روح عالمِ امر سے آئی ہے لہٰذا اس کی راحت، اس کی زندگی عالمِ امر سے وابستہ ہے۔ اس کی بھی توجہ اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے۔ انسان وہی کامیاب ہے۔ جو اس مادّی وجود کی لذتوں کا اسیر نہ بنے اور عالمِ امر کی تجلی کو مقدم رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے فیوضات جاری ہوئے اور تا قیامت جاری رہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام زمانوں کے لیے مبعوث ہوئے۔ ایک تعلیماتِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا تعلق ظاہری علوم سے ہے۔ ان کا اظہار الفاظ سے، خطابت و تحریر سے، درس و تدریس سے کیا جاتا ہے۔ محدثین، مفسرین، فقہائے کرام سب تعلیماتِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہوتے ہیں۔ دوسری نعمت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم فرمائی وہ تھیں برکاتِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کا معاملہ بہت نازک اور لطیف ہے۔ یہ سینے سے سینے میں منتقل ہوتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اس کے ساتھ ہی برکات کی ترسیل بھی ہوتی اور ایک کیفیت منتقل ہو جاتی کہ سننے والا ارشادِ عالی کو قبول کرتا، اس پر دل و جان سے عمل کرنے کو تیار ہی نہ ہوتا بلکہ کر گزرتا۔ یہ برکات انسانی قلب کی ضرورت ہیں۔ دلوں کو اس قابل بنانا کہ وہ ان برکات و کیفیات کو اخذ کر سکیں اور کلامِ الٰہی، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس کر سکیں اور عمل پیرا ہوں اس سارے عمل کا نام تصوّف ہے۔

بیشک تصوف خلوصِ دل سے شریعت پر عمل کرنے کا راستہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست اعلیٰ: الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

مئی 2017ء، شعبان المعظم / رمضان المبارک 1438ھ

جلد نمبر: 38

شمارہ نمبر: 09

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

مدیر: محمد اجمل

نائب مدیر: محمد ادریس خان

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

انچارج ترسیل حسابات: چوہدری محمد اسلم

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش | 1200 روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک 100 ریال

برطانیہ یورپ 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ

امریکہ 60 امریکن ڈالر

فار ایسٹ اور کینیڈا 60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
اکرم التفاسیر کی تکمیل پر آخری دو...	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
اکرم التفاسیر، سورۃ الزمر، 11 تا 21	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	18
شرح مشکوٰۃ المصابیح	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	24
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	32
رمضان المبارک حصول تقویٰ کا مہینہ	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	35
خواتین کا صفحہ	امِ فاران، راولپنڈی	41
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	43
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ	آر، ایس، فیصل آباد	47
طب، امراضِ معدہ	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

ناشر: عبدالقدیر اعوان

انتخاب جدید پریس، لاہور 042-36309053

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:054-3562200, Fax: 054-3562198 Email:daruirfan@gmail.com

سرکولیشن رابطہ آفس

ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381, Cell: 0303-4409395, Email: monthlyalmurshed@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل تفسیر
قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ ---- إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۹۳﴾ (سورۃ البقرہ:93)

باتیں بہت کرتے ہو حالانکہ حال تمہارا یہ ہے کہ تم سے اطاعت کا عہد لینے کے لیے تم پر کوہِ طور کو معلق کیا گیا کہ اللہ کے احکام اچھی طرح سنو اور ان پر پوری محنت اور دیانتداری سے عمل کرو۔ یہ کس قدر عظیم احسان تھا کہ اضطراراً تم سے اطاعت کرائی گئی، حالانکہ عمومی قانون یہ نہیں ہے ورنہ تو اس طرح سب کے لیے آسانی ہو جائے۔ اور تم نے عہد کیا قَالُوا سَمِعْنَا (سورۃ البقرہ:93)، تم نے وعدہ کیا کہ اللہ ہم نے خُوب سُن لیا ہے مگر تمہارے عمل اور بعد کی زندگی نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ تم نے اطاعت نہ کی اور نافرمانی میں مبتلا رہے۔

بھئی! یہ تو ایسے لوگ ہیں ان کی ناشکر گزاریوں کے باعث اور عبورِ دریا کے بعد، پھر مبتلائے کفر ہونے کے باعث، ان کی توبہ ناقص رہی جس کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔ "وَأُشْرِبُوا" (سورۃ البقرہ:93) ان کے دلوں کو بچھڑے کی محبت سے سیراب کیا گیا۔ یہاں واقعہ رفعِ طور کی تکرار نہیں بلکہ ان کی ناشکری کا ایک درجہ اور اس کی کیفیت کا بیان مقصود ہے کہ بت پرستوں کو عبادت میں مصروف دیکھ کر کہہ اٹھے تھے "قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا ---" (الاعراف:138) ان کو اس کفر سے اگرچہ موسیٰؑ نے ڈانٹ ڈپٹ کر، توبہ تو کروائی، مگر ان سے حقیقی توبہ نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ ان پر پہاڑ معلق کیا گیا اور اس وقت اطاعت کا وعدہ کر کے عملاً غلط روش اپنائی۔ اسی وجہ سے ان لوگوں میں اللہ کی محبت جگہ نہ پائے گی بلکہ غیر اللہ کی، ایک بُت کی، ایک بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔ اُن سے من حیث القوم کیا اُمیدِ وفا، کہ ان کرتُوتوں کے ساتھ دعویٰ ایمان بھی ہے۔

ان سے فرما دیجئے کہ اگر تمہارا ایمان یہی ہے کہ کفر و شرک بھی کیا جائے، حرام و حلال کی تمیز بھی نہ ہو، حتیٰ کہ انبیاء کا قتل بھی صادر ہو اور ایمان بھی باقی رہے تو یہ بہت بُرا ایمان ہے یعنی یہ ایمان ہرگز نہیں بلکہ کفر کا پلندہ ہے جس کا نام تم نے ایمان رکھ لیا ہے۔

جیسے آج کل دعویٰ ایمان بھی ہے اور سنت رسول ﷺ کو مٹا کر رسوم کو عبادت کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ ذات و صفات باری تعالیٰ میں شرک بھی کیا جا رہا ہے اور نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانی کے ٹھیکیدار ہونے کے مدعی بھی ہیں۔ سو کوئی شخص بغیر عقائد کے جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمائے اور بغیر ان اعمال کے جن کی اصل سُنت سے ثابت ہو کبھی فلاح نہیں پا سکتا خواہ کیسے بھی دعاوی کرتا رہے آپ ان کے دعوے کو دوسری طرح سے جانچ لیں۔

اداریہ

اطمینانِ قلب

زندگی کے مختلف پہلوؤں کی تشریح کی جا سکتی ہے مگر کیفیات، حیاتِ انسانی کا وہ حصہ ہیں کہ جنہیں نہ تو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ضبطِ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ زندگی کی خوبصورتی کا انحصار انہیں کیفیات کے زیروبم میں پنہاں ہے۔ اوران کا تغیر، وجود سے عیاں ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کیفیات بھلے سمع و بصر سے باہر ہوں مگر ان کا جنم اسباب پر موقوف ہے۔

وجود میں قلب، کیفیت کا نشیمن ہے اور لفظ ''اطمینان'' اس کی معراج۔ اصول عرض کر چکا ہوں کہ سوائے سبب کے اس بے وجود کا احساس میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔ تو یقینی طور پر واضح ہوتا ہے کہ اس کی جلا کے لیے اسباب بھی اعلیٰ درکار ہوں گے۔ الحمدللہ! اسلام کی آغوش میں وہ سارے اسباب دستیاب ہیں جو اس مقصد کی ضرورت ہیں۔

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے اور تمام فطری تقاضوں کا کلی طور پر احاطہ فرماتا ہے۔ اللہ کریم نے احسن تقویم کے ارشاد میں افضل الخلق کے ہر پہلو کو بے مثال وجود بخشا ہے۔ چاہے وہ اسباب ہی کیوں نہ ہوں۔ انسان ساری سمجھ بوجھ اور عقل و خرد کے باوجود خالق کی آشنائی سے قاصر ہے۔ یہاں بھی خالق نے احسان فرمایا کہ نہ صرف کلامِ ذاتی میں رہنمائی عطا فرمائی بلکہ انبیاء و رسل کی صورت میں عظیم رہبر بھی مبعوث فرما دیے۔ آج جب ہم بحیثیت مسلمان اطمینان قلب کی تلاش میں نکلیں گے تو یہ تلاش ہی شہادت کو کافی ہے کہ ہم نے اعلیٰ درجے کے اسباب نہ صرف چھوڑ دیے ہیں بلکہ فراموش کیے بیٹھے ہیں۔

سکون، سکھ یا اطمینان اگر نہ ہو تو بھلے دنیا کی ہر نعمت بھی ہو خوشی نصیب نہیں ہوتی اور اگر ایمان سے نہاں خانہ دل مزین ہو تو موت بھی مسکراہٹ چھین نہیں سکتی۔ حالانکہ موت لذتوں کو بھلا دینے والی چیز ہے۔ حیات ہی تو امتحان ہے۔ آؤ۔۔۔۔ کہ اتباع رسول ﷺ میں ابدی حیات ہے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا　　　دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شود در راہ عشق　　　عمر بگزشت و نشو آگاہ عشق

''اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو۔ اس لیے کہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔''

(دورانِ پرواز۔۔۔۔ برطانیہ سے کینیڈا)

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔ ذات باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

طریقۂ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ O اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ O اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور پانچویں لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

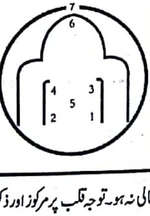

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔

ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

اللہ رسول محمد

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہٗ مَن وخاتمہٗ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیرؔ۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر | کون سی ایسی بات ہوئی ہے | نشانِ منزل
متاعِ فقیر | دل دروازہ | سوچ سمندر
آس جزیرہ | | دیدۂ تر

غزل

ہم تو سو جائیں گے لیکن یاد رکھنا دوستو
تم ہماری یاد میں جاگا کرو گے رات بھر

عہدِ بے فکری میں بیشک آنکھ کھلتی ہی نہیں
لگ گئی جب آنکھ تو جاگا کرو گے رات بھر

بے مروت بن کے مت پوچھو یہ ہے کس کی گلی
پڑ گئی جب چوٹ تو جاگا کرو گے رات بھر

دل لگی سمجھے ہو اپنے حال کو، سمجھا کرو
جب لگی دل کی تمہیں جاگا کرو گے رات بھر

بن پئے مدہوش ہیں جلتا ہے تن، بہتی ہے آنکھ
جانو گر اس کا سبب جاگا کرو گے رات بھر

آگ اشکوں میں بھی بہتی ہے، نہ پوچھو کس طرح
چھینٹ دامن پر پڑی جاگا کرو گے رات بھر

ان کو بھولے بھی نہیں ہیں، یاد کرتے بھی نہیں
گر پڑے اس فکر میں، جاگا کرو گے رات بھر

کون سی باتوں میں تم سیمابؔ الجھے ہو کہیں
گر رہا یہ حال تو جاگا کرو گے رات بھر

(دیدۂ تر سے انتخاب)

اقوالِ شیخ

1۔ جب بھی خلوص کے ساتھ نفاذِ دین کی کوشش کی جائے گی، کفر اور کافرانہ نظام کو یقیناً شکست ہوگی۔

(اسرار التنزیل، جلد:6، ص:303)

2۔ یاد رکھیں! موت اُن کے لیے ہے، جو اللہ سے دور ہو جاتے ہیں خواہ وہ مادّی دنیا میں چلتے پھرتے ہوں۔

(نقوشِ حق، ص:31)

3۔ اگر ایک آدمی کا ایمان اور عقیدہ بھی درست ہے اور اس کا عمل بھی صالح ہے تو دو عالم میں اس کو قوت اور راحت اور خوشی نصیب ہوگی۔

(شرح مسائل السلوک، ص:352)

4۔ جب تک کیفیات ساتھ نہ دیں، برکاتِ نبوت ﷺ تک بندہ نہ پہنچے تو خلوصِ دل سے عمل نہیں ہو سکتا۔

(المرشد، جولائی 2016، ص:30)

5۔ ذکر کی توفیق کا مل جانا ہی بہت بڑی عطا ہے۔

(کنز الطالبین، ص:106)

6۔ کرامت چونکہ معجزہ کی فرع ہے لہٰذا نبیؐ کا اتباع ضروری ہے ورنہ نصیب نہ ہوگی۔

(کنوزِ دل، ص:18)

7۔ حرام کھانا ایسا ہی ہے جیسے لطیفۂ قلب کو زہر دینا۔

(اکرم التفاسیر، جلد:18، ص:91)

8۔ علمِ لدنی کا یہ خاصہ ہے کہ متعلقہ موضوع از خود دل سے دریا کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا جاری ہو جاتا ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:4، ص:217)

9۔ جو لوگ ساری زندگی اللہ کی یاد دل میں بسائے رکھتے ہیں وہ دل ایسا آباد ہوتا ہے کہ موت بھی اسے ویران نہیں کر سکتی۔

(نقوشِ حق، ص:373)

10۔ معیشت کا تنگ ہو جانا یہ ہے کہ دولت کے انبار لگے ہوں لیکن بندے کو ہوس کھا رہی ہو۔

(اکرم التفاسیر، جلد:16، ص:244)

11۔ جو لوگ اللہ کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے اُن کے بدکردار ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:2، ص:194)

ماہانہ بیان، 5 مارچ 2017ء

اکرم التفاسیر کی تکمیل پر آخری دو سورتوں کی تفسیر

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الحمدللہ! سورۃ الناس مکی سورتوں میں سے ہے، مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ دونوں آخری سورتیں الناس اور فلق یکجا ہیں، یہ گیارہ آیات ہیں۔ ان کا شانِ نزول کل عرض ہو چکا۔ اجمالی طور پر دہرائے دیتا ہوں۔ جس طرح انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے بیشمار مختلف طریقے ہیں حیات کے بیشمار سلیقے ہیں، بہت سے ہمیں نظر آتے ہیں لیکن بہت سے ہمیں نظر نہیں آتے، ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے۔ محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ زندہ رہنے کے لیے غذا ضروری ہے۔ غذا کا صحت بخش ہونا، صحت کے قابل ہونا ضروری ہے لیکن اگر کسی کو صحت بخش اور اچھی غذا بھی دی جائے، ہر وقت بھی دی جائے لیکن پیار نصیب نہ ہو، ہمہ وقت جھڑکتے رہیں تو اس سے اُسے وہ صحت نصیب نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے۔ پیار کیا ہے؟ ایک کیفیت ہے وہ نظر نہیں آتی لیکن اُس ظاہری غذا سے اُس کا اثر زیادہ ہے۔ کتنے مرض ایسے ہیں جن میں آج بھی ڈاکٹر یہ رائے دیتے ہیں کہ علاج بھی بڑا قیمتی ہے، مشکل ہے، بڑی محنت سے ہم کر رہے ہیں لیکن اصل علاج اس مرض کا یہ ہے کہ آپ مریض کو خوش رکھیں۔ اگر یہ پریشان ہوگا تو یہ ظاہری دوا بھی کام نہیں کرے گی۔

اب جو اُس کے اندر خوشی پیدا کرتا ہے، اُسے ہر وقت اچھی خبر دینا ہے، بُری بات سے بچانا ہے۔ جھگڑا نہیں کرنا اُس سے، ہر وقت ماحول ایسا رکھنا ہے کہ اُس کی طبیعت خوش رہے تو یہ ساری چیزیں محسوس کی جاسکتی ہیں نظر تو نہیں آتیں۔ اِسی طرح انسان کو ایذا دینے والے یا زندگی کے مانع جو اسباب ہیں، گولی مار کر قتل کر دیا، لاٹھی سے مار دیا، کسی اور ذریعے سے زندگی ختم کر دی، یہ ظاہری ذریعے ہیں۔ ایک نظر نہ آنے والا ذریعہ یہ بھی ہے یعنی کسی سے ہمیشہ حقارت کا سلوک کریں، نفرت کا سلوک کریں۔ توہین کرتے رہیں، ذلیل کرتے رہیں تو وہ جیتے جی بھی مر ہی جاتا ہے۔ اِسی طرح انسانی محسوسات ہوتی ہیں جن میں نظرِ بد بھی ہے۔ کسی نے کسی چیز کو دیکھا، اُس کے اندر اتنا حسد پیدا ہوا کہ اُس کا دل اندر سے جل گیا کہ یہ چیز اس بندے کے پاس کیوں ہے میرے پاس کیوں نہیں۔ وہ کیفیت جو اُس کے دل میں بنتی ہے، اُس سے جو لہریں نکلتی ہیں جو Waves پھوٹتی ہیں، وہ جب اگلے سے ٹکراتی ہیں تو اُس کا نقصان ہو جاتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے!

اِسی طرح جادو بھی ایک کیفیت ہے۔ شیطان ہر طرح سے انسان کو ایذا دینے کی کوشش کرتا ہے اور یہ یاد رہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ دوست وہ کافر کا بھی نہیں ہے۔ وہ مطلق انسان کا دشمن ہے، اولادِ آدم کا دشمن ہے۔ کافر کفر کرے، شیطان کی ہر بات مان بھی لے تو پھر بھی اُس سے وہ کام کراتا ہے کہ یہ اور آگے دوزخ میں جائے۔ رعایت کسی سے نہیں کرتا۔ انسانوں کو گمراہ کرنے کا اُس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بعض انسانوں کو کفریہ کلمات سکھاتا ہے۔ اُن کے کچھ الفاظ ایسے مبہم سے ہوتے ہیں جن کے معنی عام آدمی کو کیا جادوگروں کو بھی سمجھ نہیں آتے، لیکن وہ پڑھتے رہتے ہیں۔ تو اُن کے مفاہیم یہ ہوتے ہیں کہ وہ

کلی طاقت، اللہ کی جگہ شیطان کو مان کر اُس سے مدد کی درخواست کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو جادو کے وہ الفاظ پڑھنے والا خود صریح کفر میں چلا جاتا ہے پھر اُس سے جو اثرات پیدا ہوتے ہیں، وہ جس کے نام سے کرتے ہیں، جس پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں، وہ اثرات بد اُس تک پہنچتے ہیں اور بعض اوقات لوگوں کی اس سے موت تک واقع ہو سکتی ہے، قتل تک کیے جا سکتے ہیں۔

یہ دو قتل ایسے ہیں جن کی جوابدہی قیامت میں ہوگی، دنیا میں ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ ایک وہ شخص جو طب کرتا ہے لیکن اُسے طب آتی نہیں ہے، اُس نے طب پڑھی نہیں ہے، فاضل نہیں ہے، محض ٹوٹکے دیکھ کر طبیب بن گیا، اُس کی دوا سے اگر کوئی بندہ مر جائے تو وہ قاتل ہے۔ دنیا کو اُس کے قاتل ہونے کا علم نہیں ہوتا، قیامت کو اُس سے قتل کا حساب لیا جائے گا۔ ایک شخص نے طب پڑھی ہے، طبیب ہے، اُس نے دوا بہتری کے لیے دی لیکن ایک شخص طب جانتا نہیں خوامخواہ طبیب بن بیٹھا، اس نے دی، بندہ مر گیا تو وہ قاتل ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ جادو کے زور سے بندہ مار دیا۔ کوئی حکومت، کوئی ظاہری ادارہ اُسے گرفت نہیں کر سکے گا۔ میدانِ حشر میں اُس کی گرفت ہوگی۔ قاتل ہی کے طور پر اُس کا حساب لیا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کو ایذا دینے کے سارے طریقے مشرکین و کافرین نے آزمائے۔ ہمیں آج اپنے ماحول کا شکوہ ہوتا ہے کہ ہم ایک مسلمان ریاست میں رہتے ہیں اور اسلام پر چلنے کے لیے تکالیف سہنا پڑتی ہیں۔ ہماری مسلمان ریاست ہے، اسلامی نہیں ہے۔ اسلامی ریاست وہ ہوتی ہے جس کے سارے ضابطے، شریعت کے مطابق ہوں اور اسلامی ہوں۔ یہ مسلمانوں کی ریاست ہے، قوانین اسلامی نہیں ہیں۔ الحمدللہ! مسلمان ریاست ہے، اٹھانوے فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔ جگہ جگہ مساجد ہیں خطبات ہو رہے ہیں، تلاوت ہو رہی ہے، تشریح ہو رہی ہے، تفسیر ہو رہی ہے، لکھا جا رہا ہے، پڑھا جا رہا ہے، بیان ہو رہا ہے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ پھر بھی کہیں ذرا سی چوٹ لگ جائے، ذرا سا دکھ آ جائے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی کوشش کر رہے ہیں اور بڑی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں۔ لہٰذا بڑا مشکل ہے دین پر قائم رہنا۔ ذرا خیال کیجئے اُس ہستی ﷺ کا! کائنات پہ کوئی بندہ اللہ کے نام سے آشنا نہیں تھا۔ ایک ہستی نے اللہ کا نام بلند کیا۔ پوری دنیائے کفر مخالف ہوگئی۔ مشرکین مکہ نے وہ وہ مظالم ڈھائے جن سے تاریخ کے صفحات بھی لرز جاتے ہیں۔ جہاں مادی تکالیف دی گئیں، جسمانی تکالیف دی گئیں، وہاں نظرِ بد کا بھی انتظام کیا گیا۔

یہ جو نظر بد ہے عرب اس کو بطور پیشہ اپناتے تھے۔ بعض لوگوں میں فطرتاً حسد کی خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اور خصوصاً خواتین میں مردوں کی نسبت یہ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی بات پہ بھی حسد کرتی ہیں۔ اِس کا جوتا مجھ سے اچھا کیوں ہے، اس کے چہرے کا غازہ مجھ سے بہتر کیوں ہے؟ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ بھی حسد کرتی ہیں۔ تو جن کی نظر بد لگتی تھی اُن کو باقاعدہ وہ کئی کئی روز تک اندر بٹھا کر بھوکا رکھ کر، تنہائی میں رکھ کر اِس قوت کو Develop کرنے کی ترغیب دیتے اور پھر وہ ارادتاً کسی کے اونٹ کو، کسی جانور کو، کسی انسان کو دیکھتے تو اسے نظرِ بد لگ جاتی۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ نظرِ بد جوان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔

اسی طرح جادو کو بھی Develop کرتے تھے۔ حضور ﷺ پر وہ نظرِ بد بھی آزمائی گئی جس کا قرآنِ کریم میں ذکرِ خیر ہے۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (القلم: 51) یہ چاہتے ہیں کہ نظرِ بد سے آپ کی ذاتِ مقدس کو نقصان پہنچائیں۔ یہ آیہ کریمہ آج تک نظرِ بد کا علاج ہے۔ کسی کو شبہ ہے کہ اسے نظر کا اثر ہے تو اوّل آخر درود شریف کے ساتھ یہ آیہ کریمہ تین بار یا پانچ بار یا سات بار، طاق بار پڑھ کر دم کرے تو ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔ وہ کفار نے تو ایذا دینے کے لیے آزمائی اُمتِ مرحومہ کو ہمیشہ کے لیے علاج مل گیا۔

جادو بھی آزمایا گیا۔ لبید ابن عاصم یہودی ایک مشہور جادوگر تھا اور اپنی بیٹیوں کو بھی اُس نے تربیت دے رکھی تھی۔ چونکہ خواتین سے یہ عمل زیادہ ہوتا ہے، نظر کا بھی، جادو کا بھی تو اُن سب نے مل کر نبی

کریم ﷺ کے موئے مبارک کہیں سے حاصل کیے۔ آپ ﷺ کی عادتِ مبارک عمرِ عزیز تک یہی رہی کہ آپ بال مبارک لمبے، کان کے نصف تک رکھتے تھے۔ پھر وہ بڑھتے رہتے، شانۂ مبارک تک جب آجاتے تو پھر آپ کان کے نصف تک کٹوا دیتے تھے۔ یہ حضور ﷺ کی سنتِ عادیہ ہے، عادت مبارک تھی۔

یہ بھی یاد رہے سنت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک شرعی سنت ہے جن پر عمل کرنا ضروری ہے، موکدہ، جن کی عمر بھر نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی۔ بعض سنتیں غیر موکدہ ہیں یعنی کبھی حضور ﷺ نے وہ عمل کیا، کبھی چھوڑ دیا۔ اُس پر وہ تاکید نہیں ہے۔ کبھی ہو سکے کر لیں، کبھی نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض سنتیں عادیہ ہیں یعنی آپ کی عادت مبارک تھی، اُسے کہتے ہیں سنتِ عادیہ۔ جیسے یہ بال مبارک رکھنے کی سنت اگر کوئی رکھے تو بہت اچھی بات ہے، نہ رکھے تو گناہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ سنتِ موکدہ نہیں ہے، سنتِ عادیہ ہے۔ اسی طرح بہت سی چیزیں ہیں۔ جیسے آپ دائیں پہلو پہ سوتے تھے تو دائیں پہلو پہ سونا سنتِ عادیہ ہے۔ اگر کوئی بائیں پہلو پہ سو جاتا ہے تو گناہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی دائیں پہ سوتا ہے، سوتے وقت دائیں لیٹتا ہے تو ثواب ہے۔ بعض سنتیں سنتِ عادیہ ہیں۔ بعض سنتیں سنتِ اضطراری ہوتی ہیں جس پر عمل بالکل ضروری نہیں ہوتا۔ جیسے حضور ﷺ کا جہاد میں دندانِ مبارک شہید ہو گیا، یہ سنتِ اضطراری ہے۔ آپ نے مرضی سے نہیں کیا، مجبوراً ہو گیا تو سنتِ اضطراری پہ عمل درست نہیں۔ یہ جو قصہ بنا ہوا ہے حضرت اویس قرنیؒ نے سارے دانت اکھیڑ دیے، یہ گھڑا ہوا قصہ ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔ یہ سنت نہیں ہے۔ ایک نبیؑ کا جہاد میں ہاتھ کٹ جائے تو کیا ساری امت ہاتھ کٹوا دے گی؟ یہ کون سی سنت ہے؟ کسی امت کا نبیؑ جہاد میں شہید ہو جائے، کتنے انبیاءؑ کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے تو کیا ساری امت خودکشی کر لے گی؟ اِسے کہتے ہیں سنتِ اضطراری، سنتِ اضطراری پہ عمل نہیں کیا جاتا۔ عمل کرنا منع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا، ساری اُمت دانت تڑوا لے تو یہ سنت نہیں ہے، قصے گھڑے گئے۔ وہ جی سارے دانت انہوں نے تڑوا دیے۔ یہ جاہلانہ حکایات ہیں، ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ بلکہ ایک مناظرے میں ایک شیعہ عالم نے، بہت معتبر عالم تھا مولوی اسماعیل، شیعہ عہدِ رفتہ کی یادگار تھا۔ شیعہ کو ایسا عالم نہیں ملے گا اور پاکستان بھر میں اُس کا جواب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی تھے، کوئی مولوی قریب نہیں جاتا تھا۔ بہت وسیع المطالعہ، بڑی لائبریری کا مالک۔ اُس نے ایک مناظرے میں حضرت کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کسی مدلل کتاب سے کسی دلیل سے ثابت کرو، حکایات سے نہیں۔ وہ نہیں کر سکا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بعض سنتیں اضطراری ہوتی ہیں۔ تو بال مبارک رکھنا سنتِ عادیہ ہے۔ کوئی رکھتا ہے تو بہت ثواب کی بات ہے، نہیں رکھتا تو جرم نہیں ہے۔

اُنہوں نے وہ موئے مبارک حاصل کیے۔ پرانی کنگھی کے دندانوں میں پھنسا کر اُن پر گرہیں لگائیں۔ اب بال کو گرہ لگائی جائے تو وہ آسانی سے نہیں کھلتی۔ انسانی بال باریک ہوتا ہے اور ربڑ کی طرح لطیف سا ہوتا ہے گرہ لگ جائے تو نہیں کھلتی۔ تو ایک ویران کنویں میں اُتر کر، نیچے رکھ کر ایک بڑے سے پتھر کے نیچے دبا دیا۔ یہاں بھی بہت حکایات لکھی گئی ہیں۔ آپ ﷺ چاہتے کچھ اور تھے حضور ﷺ کے لب ہائے مبارک سے کچھ اور نکل جاتا تھا، یہ سب واہیات قصے ہیں، اِن کی کوئی سند نہیں ہے۔ ہاں! حضور ﷺ نے محسوس کر لیا۔ اگر یہ بات مانی جائے کہ جادو کے اثر سے ایک لفظ بھی حضور ﷺ کے لب ہائے مبارک سے خلافِ مرضی نکلا تو سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ کیا سند رہ جاتی ہے کہ کون سا حکم صحیح ہے؟ کیا خبر اُس میں کون سا لفظ خلافِ مرضی نکل گیا! یہ ممکن نہیں ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: 3،4) فرمایا گیا کہ لب ہائے مبارک، نطق سے، کوئی لفظ ادا نہیں ہوتا سوائے وحی الٰہی کے۔ نطق کہتے ہیں بولنے کی قوت کو۔ قوتِ ناطقہ کام نہیں کرتی جب تک اللہ کی طرف سے القا نہیں ہوتا، بتایا نہیں جاتا۔ تو قرآن کریم وحیِ متلو ہے۔ وہ وحی ہے جو خالص اللہ کا کلام، حضور ﷺ کی زبان پہ جاری ہوا جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ساری حدیث وحی غیر متلو ہے، جو کلام اللہ ہی کا ہے، الفاظ نبی

کریم ﷺ کے ہیں حضور ﷺ کے قلبِ اطہر پر آیا اور وہی الفاظ میں ارشاد فرمایا، وہ حدیث ہے۔ جو قلبِ اطہر پر آیا اور وہی الفاظ جو ذاتِ باری نے منتخب فرمائے اور وہی حضور نے ادا فرمائے وہ قرآن ہے وہ وحی متلو ہے۔ حدیث وحی غیر متلو ہے۔

یہ سب حکایات ہیں۔ ہاں! حضور ﷺ نے کچھ محسوس کیا تو فوراً وحی آگئی۔ سارا قصہ اللہ کریم کی طرف سے جبرئیلِ امین نے بیان فرمایا حضور ﷺ نے خدام کو حکم دیا، نشاندہی کی۔ وہ اُس کنویں میں اترے، وہ پتھر ہٹایا اور وہ کنگھی اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لے آئے۔ جبرائیل امین یہ آیات تلاوت کرتے جاتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦ (سورہ الفلق، سورہ الناس) وہ ایک آیت پڑھتے، ایک گرہ کھل جاتی۔ دوسری آیت پڑھتے دوسری کھل جاتی۔ گیارہ گرہیں کھل گئیں، جادو کا اثر ختم ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُمت کو یہ تعلیم کر دیا گیا کہ انسان کو ایذا پہنچانے کے، نظر نہ آنے والے غیر مرئی ذرائع بھی ہیں اور بطفیلِ نبی کریم ﷺ ان کا علاج یہ ہے۔ سو قیامت تک پوری اُمتِ مسلمہ کو یہ علاج نصیب ہوگیا۔ پھر حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کوئی بیماری بھی ہوتی تو آپ ﷺ یہ گیارہ آیات یعنی یہ دونوں سورتیں پڑھ کر ہاتھ پر دم فرما کر وجودِ اطہر پر پھیر لیا کرتے تھے تو تمام مسلمانوں کے لیے، جہاں دوا لیتے ہیں ڈاکٹر سے، طبیب سے، وہاں یہ علاج بھی کر لیا کریں۔ طاق مرتبہ درود شریف پڑھیں، طاق مرتبہ درود شریف کی مصلحت علمائے حق فرماتے ہیں کہ درود شریف دعا ہے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد..... اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر بے پناہ رحمتیں نازل فرما۔

شیطان کے حربے بڑے عجیب ہیں۔ کہاں کہاں بندے کو دھوکا دیتا ہے! اگلے دن ایک سوال تھا۔ اب اُس بندے نے اپنے کو بڑا پارسا سمجھتے ہوئے سوال بھیجا تھا کہ ہم اللہ کی سنت پر عمل کیوں نہ کریں۔ اللہ کی سنت کیا ہے؟ جی اللہ بھی درود بھیجتا ہے ہم بھی درود بھیجیں۔ میں نے کہا خدا کے بندے! فرشتے درود بھیجتے ہیں، انسان درود بھیجتے ہیں تو اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ درود بھیجتا ہے تو اللہ کسی سے دعا نہیں کرتا اللہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔ فرشتوں کے، انسانوں کے درود میں، اللہ کے درود میں فرق ہے، اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ (الاحزاب: 56) یقیناً اللہ بھی درود بھیجتے ہیں اور اللہ کے فرشتے بھی۔ نبی کریم ﷺ پر تو فرشتے بھی ہماری طرح بارگاہِ الوہیت میں دعا کرتے ہیں لیکن اللہ جو بھیجتا ہے تو اللہ ہر لحظہ نئی سے نئی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اب تم اللہ کی سنت پہ عمل کیسے کرو گے؟ کیا تم رحمتیں نازل کرو گے؟ اللہ کا خوف کرو! سنتیں محمد رسول ﷺ کی ہیں۔ تو اس طرح کے بڑے دلچسپ دھوکے شیطان دیتا ہے۔ اب بندہ تو اسے نیکی سمجھے بیٹھا تھا کہ بڑا رتبہ ہے لیکن یہ کتنی بڑی گستاخی ہو جاتی ہے، لہٰذا محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ درود شریف وہ دعا ہے جو مقبول شدہ ہے۔ رحمتیں تو اللہ نازل فرما رہا ہے، ہم نے تو خواہ مخواہ اپنا نام لکھوانا ہے کہ ہم بھی اِس کی تمنا رکھتے ہیں، وہ کام تو پہلے ہو رہا ہے۔ تو دعا سے پہلے بھی درود شریف پڑھا جائے اور آخر میں بھی درود شریف پڑھا جائے تو گویا پہلا حصہ بھی قبول ہے آخری بھی قبول ہے اور اُس کریم کی بارگاہ سے اُمید ہے کہ درمیان والے کو چھوڑ نہیں دے گا۔

اس لیے فرماتے ہیں کہ دعا سے پہلے بھی درود پڑھا جائے، آخر میں بھی درود پڑھا جائے تو اُس کے قبول ہونے کی اُمید زیادہ کی جا سکتی ہے۔ سو اِن سورتوں کے بھی اوّل، آخر طاق مرتبہ درود پڑھا جائے کہ اللہ کو طاق پسند ہے۔ اس کی ذات واحدٗ لاشریک ہے، وہ طاق امور کو پسند کرتا ہے۔ ہم جتنے فرائض پڑھتے ہیں اُن میں مغرب کے تین فرض، سب فرائض کو طاق کر دیتے ہیں۔ وتر اس لیے واجب ہیں کہ سنت، نفل جتنے پڑھے جاتے ہیں جفت پڑھے جاتے ہیں! وتر کی ایک رکعت

واجب ہے، دوسنتیں ہیں۔ واجب رکعت اُن تمام نوافل کو طاق کر دیتی ہے۔ اللہ کریم کو طاق پسند ہے۔ تو طاق مرتبہ، ایک مرتبہ پڑھ لیں تین مرتبہ، سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ، طاق مرتبہ، اوّل آخر درود شریف پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک کر جسم پر پھیر لیں بہت سی بیماریوں سے، تمام بیماریوں سے شفا کا کام دیتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (الناس: 1) اچھے یا برے سارے کردار انسانوں میں ہیں، لیکن انسان تو مالک کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہ ربّ ہے ہر ایک کو ہر چیز دینے والا، وہ واحد و لاشریک ہے۔ ہر چیز اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تو فرمایا، فرما دیجئے میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں۔ کسی میں کوئی بھی خصوصیت ہے اُس کی ایذا سے اُس مالک کی پناہ چاہتا ہوں جو اُن سب پہ قادر ہے، اُنہیں روک سکتا ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ (الناس: 2) اولادِ آدم کا حقیقی بادشاہ۔ انسان مزاجاً بادشاہت، حکومت، ایک نظام کا عادی ہے۔ ہمیشہ ہر جگہ ہر طبقے ہر معاشرے میں ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ وقت بدلتا ہے بادشاہت حاصل کرنے کے طریقے سلیقے بدلتے ہیں۔ بادشاہوں کے نام بدل جاتے ہیں۔ بادشاہ کی جگہ وزیر اعظم رکھ دیتے ہیں لیکن جو بھی اقتدار میں آتا ہے ہوتا وہ واحد آدمی ہے جس کی مرضی پہ، جس کے اشارۂ ابرو پہ، سارے کام چلتے ہیں۔ نام مختلف ہوتے ہیں، ہوتے بادشاہ ہی ہیں۔ فرمایا، یہ تو آنے جانے والے وقتی عارضی ظاہری بادشاہ ہیں۔ انسانوں کا حقیقی بادشاہ، معبود برحق اللہ جل شانہٗ ہے جس کے دستِ قدرت میں انسانوں کا ظاہر و باطن سب کچھ ہے۔ ہمہ وقت، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اور وہ صرف بادشاہ نہیں: اِلٰهِ النَّاسِ (۳) معبودِ برحق ہے لوگوں کا۔ اُس کی شان یہ ہے کہ ساری مخلوق اُس کے آگے سجدہ ریز رہے۔ حقیقی بادشاہ، معبودِ برحق ہے عبادت کا مستحق ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ (الناس: 4) وہ جو نظر نہ آنے والی چیزیں ہیں، دلوں میں وسوسے ڈالنا، مزاج بگاڑنا، طبیعتیں مکدر کرنا، اُس کی برائی سے۔ الْخَنَّاسِ (الناس: 4) یہ صفت شیطان کی ہے تو سارے شیطانوں سے۔ چونکہ یہ برائی کرنا، دلوں میں برائی ڈالنا، ایک دوسرے کے خلاف نفرت ڈالنا، مزاج بگاڑ کر اُسے صحت سے، بیماری کی طرف لے جانا۔ یہ برائیاں مزاج میں ڈالنا خناس شیاطین کا کام ہے۔ خناس بڑے شیاطین کو کہا جاتا ہے۔ بڑے بڑے شیاطین سے: الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ (الناس: 5) یہ خناس کون ہیں؟ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ وسوسہ کیا ہوتا ہے؟ کسی کے دل میں خلافِ حقیقت کوئی بات ڈال دینا۔ جس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اُس کا وہم ڈال دینا۔ تمہارا فلاں نے یہ کر دیا ہے، فلاں نے تمہارا۔۔۔۔ نہ فلاں کو پتا ہے نہ اس کو پتا ہے۔ تم نے یہ کیا تھا تمہیں یہ ہو گیا ہے۔ بھئی تمہیں کیا پتا ہے اُس نے کیا کیا تھا۔ کوئی اُس کی حیثیت، سر پیر نہیں ایک وسوسہ ڈال دیا۔ معاشرے میں خرابیاں پیدا کرتا رہا۔ یہ خناس ہوتے ہیں، بڑے بڑے شیاطین۔ یہ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (الناس: 6) یہ جنوں میں بھی ہیں۔ خود ابلیس ہے اور اُس کی اولاد ہے۔ ایک حدیث شریف ملتی ہے۔ صاحبِ کتاب الحیوان نے نقل کیا ہے اور حدیث کی کتابوں میں بھی ہوگی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنے عہد مبارک میں فرمایا تھا کہ جتنی آبادی روئے زمین پر انسانوں کی ہے اِس سے نو گنا زیادہ آبادی جنات کی ہے چونکہ وہ کئی ہزار سال پہلے زمین پر آباد تھے تو اُن کی نسل ظاہر ہے کہ زیادہ بڑھنی چاہیے، اُن کی عمریں بھی طویل ہوتی ہیں۔ اور فرمایا: انسانوں اور جنوں کی مجموعی آبادی سے شیطان کی اولاد کی آبادی نو گنا زیادہ ہے۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ!

اِس ارشادِ عالی پر بھی اب پندرھویں صدی آ گئی تو اُس وقت انسانی آبادی کتنی تھی، آج کتنی ہے؟ اُس لحاظ سے نو گنا کر کے دیکھیں جنات بھی اِتنے بڑھ گئے ہوں گے اور اس سب کو ملا کر نو گنا کریں تو شیاطین بھی اتنے بڑھ گئے ہوں گے۔ میرا خیال ہے آج تو ایک بندے کے ساتھ مشورہ دینے کے لیے اور وسوسے ڈالنے کے لیے پچاسوں شیاطین اور پچاسوں جنات پھر رہے ہیں۔ اس عہد میں تو بچنے کی کوئی امید نہیں جب تک دامانِ رحمتِ عالم ﷺ ہاتھ میں نہ ہو۔ یہ جن

کاموں کی ہمیں فرصت نہیں ہے یہ ہماری ضرورت ہیں۔ ہمیں فرصت نہیں ورنہ نماز تو پڑھتے، فرصت نہیں ہے کہ ذکر کر لیتے، فرصت نہیں ملی ورنہ تلاوت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ کام فرصت کے نہیں ہیں، یہ اوّلین کام ہیں۔ یہ کر کے باقی کرنے چاہئیں تاکہ یہ کام اِس طوفانِ شیطانیت سے محفوظ رکھیں۔ یہ انہی شیطانیت کے اثرات کی کارکردگی ہے ناں کہ لوگ بیٹیوں کو نچا رہے ہیں اور باپ تالی بجا رہے ہیں۔ بہنیں برہنہ Cat Walk کر رہی ہیں اور بھائی تالیاں بجا رہے ہیں۔ بہنیں طبلے ڈھول سارنگی کی تھاپ پر ناچ رہی ہیں، گانے گا رہی ہیں اور بھائی خوش ہو رہے ہیں۔ یہ مزاج تو نہیں ہے۔ یہ تو کوئی عہدِ جاہلیت میں بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اسلام نہیں تھا تو مشرکین بھی ناچنے گانے والوں کا طبقہ الگ رکھتے تھے، شرفا کے یہاں ایسا نہیں ہوتا تھا، پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ گانے سنتے تھے، گانے والوں کو شریف نہیں سمجھتے تھے۔ اور آج تک، ہماری جوانی تک ڈوم، کنجر یہ الگ قومیں ہوتی تھیں۔ ان کے اپنے ضابطے، قاعدے ہوتے تھے۔ اب تو سارے Star بن گئے، آسمانوں پر چلے گئے۔ یہ کس کی کارکردگی ہے؟ یہ جو شیطانی لشکر پھرتے ہیں، جِن بھی مل گئے۔ پھر فرمایا صرف جنوں سے نہیں: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿٦﴾ (الناس:6) انسانوں سے بھی لوگ شیطان بن جاتے ہیں۔ جس طرح کچھ خوش نصیب فنافی الرسول ہو جاتے ہیں، کچھ خوش بخت فنافی اللہ ہو جاتے ہیں اِسی طرح بد بخت فنافی الشیطان ہو کر شیطان بن جاتے ہیں۔ تو فرمایا شیطان کی اولاد تو شیطان ہے، جنوں میں سے جو اُس کے پیروکار ہیں اُن کی برائی سے بھی اور انسانوں میں سے جو شیطان کا کہنا مان کر، خود بھی شیطان بن گئے ہیں، اُن کے وساوس سے بھی اُس اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

یہ گیارہ آیات، اس طرح، ہر بیماری کا حتمی علاج ہیں اور ہر عمومی بیماری کے لیے بھی شفا کا کام دیتی ہیں اور ہر مسلمان کے لیے ہیں۔ ہر مسلمان کا حق ہے۔ قرآن میں نازل ہیں، کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان قرآن پر عمل کر سکتا ہے قرآن سے استفادہ کر سکتا ہے۔ ظاہری بھی علمی بھی، باطنی بھی، مالی بھی ہر طرح کے فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی بیماری کوئی تکلیف ہو بچہ بیمار ہو تو ان جادوگروں کے پاس بھاگنے سے زیادہ بہتر ہے کہ خود ہی پڑھ کر اُس پر دم کر دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

جتنا شکر ادا کیا جائے اُس ربِّ کریم کا ادا نہیں ہو سکتا کہ اُس نے ہمیں قرآن حکیم بیان کرنے کی، سننے کی، عمل کی توفیق ارزاں فرمائی۔ چند گزارشات ہیں۔

اللہ کریم کا بے پناہ احسان ہے۔ میں عالم نہیں ہوں، مفتی نہیں ہوں، پڑھا لکھا انسان نہیں ہوں۔ مجھ سے میرے مالک نے جو چاہا وہ خدمت لی، اُس کا احسان ہے۔ اللہ نے توفیق دی ہے اور شاید ہر ایک کو اپنی اپنی لذتوں کا احساس ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی خادمہ مسجد صاف کیا کرتی تھیں، رات کو وصال ہو گیا۔ اب حجرۂ مبارک میں آواز دینے کی جرأت تو نہیں ہوتی تھی۔ جنازہ رکھنا حکمِ شرعی نہیں تھا۔ رات ہی کو جنازہ ہوا، دفن کر دی گئیں۔ صبح بارگاہِ عالی میں خبر ہوئی حضور ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے دُعا فرمائی۔ کسی صحابیؓ نے اُس سے کشفاً پوچھا کہ بی بی نجات کے لیے کون سا عمل افضل ہے؟ اُس نے کہا مسجد میں جھاڑو دینا سب سے افضل بات ہے۔ اب اُس پر اس کی نجات ہو گئی تو جس کو جہاں سے ملتا ہے وہ سمجھتا ہے اِس کی لذت اپنی ہے۔ بادشاہ کے لیے اگر خوانِ نعمت لذیذ ہے تو فقیر کے لیے اپنی سوکھی روٹی کی اپنی لذت ہے۔ ہر چیز کی اپنی لذت ہے شب بیداری کی، تہجد کی، صلوٰۃ کی، حج کی نماز کی لیکن میں سمجھتا ہوں جو لذت قرآن پڑھنے، سمجھنے، بیان کرنے، سننے، سمجھنے کی ہے شاید یہ بہت اچھی، سب سے اچھی ہے۔ جس کو جہاں سے جو ملتا ہے اُسے وہ اچھا لگتا ہے۔

قرآنِ کریم ایک عجیب کتاب ہے۔ فرمایا: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ۔۔ ''یہ ہے وہ کتاب'' بلندی کے لیے دوری کے لیے بھی عربی میں ھٰذا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کے لیے ذٰلِكَ۔ ذٰلِكَ، قریب تر، جو کہ یہ ہے۔ تو قرآن کی بلندی بیان کرنی تھی تو ھٰذا ہوتا نہیں۔ فرمایا اِس میں، ذٰلِكَ میں بہت بڑی بات ہے کہ یہ وہ کتاب ہے۔ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ۔۔۔ جس کے کسی حکم، کسی ارشاد کسی بیان میں شبے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نزول سے لے کر قیامت تک پورا نظامِ زندگی ہے۔ جس

میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ نزول سے لے کر قیامت تک زمانہ کتنی کروٹیں لے، کتنے نئے سوال پیدا ہوں، ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ تو بیسویں صدی تک علمائے تاریخ کے مطابق قرآن کی تقریباً ڈھائی لاکھ تفاسیر لکھی گئیں۔ ہر زمانے میں کچھ لوگوں سے اللہ نے اس کی خدمت لی تو ڈھائی لاکھ کے قریب تفاسیر لکھی گئیں جن میں علمائے تاریخ کہتے ہیں کہ پچاس ہزار ایسی ہیں جو طبع نہ ہو سکیں۔ پریس نہیں تھے، قلمی نسخے چلتے رہے۔ پھر بعد میں پریس آ گئے۔ دو لاکھ ایسی ہیں جو زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں۔ اب اِس صدی میں شاید (اور) بہت بھی آ گئی ہوں گی وہ اِس میں شامل نہیں ہیں۔ یہ بھی کسی نے سوال کیا تھا کہ اتنی زیادہ کیوں لکھی گئی ہیں؟ بات یہ ہے کہ ہر عہد کی اپنی ضرورتیں، اپنے سوال ہیں اپنے مسائل ہیں۔ کتاب واحد ہے نزول سے لے کر قیامت تک۔ تو ہر عہد میں اللہ نے ایسے بندے پیدا فرمائے جنہوں نے اِسی کتاب سے اُس عہد کے سوالات کو حل کر دیا۔ ہم پریشان ہوتے ہیں کہ فلاں پرانی تفسیر اٹھائی اُس میں میرا مسئلہ نہیں مل رہا۔ پریشانی کی بات نہیں، آپ کا مسئلہ آج کا ہے اُنہوں نے اپنے عہد کے مسائل حل کیے ہیں۔ جس عہد میں تفسیر لکھی گئی ہے اُس عہد کا کوئی مسئلہ اُن لوگوں نے نہیں چھوڑا لیکن مستقبل کا خدا جانے۔ کیا خبر کب کہاں کون کون سا مسئلہ پیدا ہوگا! لہٰذا اللہ نے ہر دور میں کچھ لوگوں کو یہ خدمت عطا فرمائی۔ بہت سے لوگ، مفسروں کے نام پر شیطان نے بھی تیار کیے۔ آج بھی ایسی تفسیریں ملتی ہیں جیسے غلام محمد قادیانی نے بھی آیات کی تفسیر کر دی۔ اس طرح بھی درمیان میں کچھ لوگ چلتے رہے۔ میں نے تو ساری عمر سیّدوں کے ساتھ شاہ سنا ہے۔ ایک سنا ہے کوئی احمد خان صاحب بھی سیّد ہوئے ہیں اُنہوں نے بھی ایک تفسیر لکھی۔ اُس میں بھی اُنہوں نے اِس طرح کی تک بندی کی۔ تو کچھ ہوتے ہیں جو اس میں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ سب کو معاف کرے۔

اللہ نے اپنے بندوں سے اپنے بندوں کی راہنمائی کا اور رسول ﷺ کی خدمت کا اور قرآن کی خدمت کا کام لیا اور یوں تفاسیر زمانے کی زمانے کے ساتھ رہنمائی کرتی رہیں۔ ہر تفسیر نے اپنے عہد کے سوالوں کے جواب دیے۔ میں قرآن بیان کیا کرتا تھا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت پسند فرماتے تھے۔ تو آپؒ نے مجھے ایک دفعہ فرمایا، ایک تفسیر لکھو۔ 1984 میں آپ کا وصال ہو گیا اللہ آپؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ 1987 میں، میں نے اُس ارشاد کی تعمیل میں اسرار التنزیل لکھنا شروع کی۔ بڑی عجیب بات ہے رمضان شریف میں شروع کی پہلے تین پاروں کی تفسیر لکھ لی۔ اسی دفتر میں بیٹھ کر لکھا کرتا تھا اب جو یہاں سے دور ہو گیا ہے۔ تین پارے لکھے گئے۔ رمضان شریف گزر گیا پوری کوشش کی ایک لفظ نہ لکھا گیا۔ چھوڑ دیا۔ پھر رمضان شریف آیا پھر قلم چل پڑا۔ اگلے رمضان شریف میں تین پارے پھر لکھے گئے۔ یوں سلسلہ چلتا رہا۔ غیر رمضان میں کچھ سمجھ نہیں آتی تھی رمضان میں ذرا رواں ہو جاتا تھا۔ ایک سال درمیان میں بیماری کی وجہ سے تفسیر پہ کام نہ ہو سکا۔ یوں گیارہ سال لگے۔ 1998 میں الحمدللہ! اسرار التنزیل کے نام سے وہ تفسیر مکمل ہو گئی۔ اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے، عوام کے ہاں بھی، علماء کے ہاں بھی بہت مقبول ہوئی۔ میں امریکہ، نیویارک میں تھا تو ایک خاتون مجھ سے ملنے آئیں، وہاں انہوں نے ایک اسلامک لائبریری الگ سے بنا رکھی ہے جس میں وہ لوگ اسلامی کتب جمع کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے عقائد نظریات، حالات پہ نظر رکھتے ہیں۔ وہ اس کی انچارج تھیں۔ ہمارے ایک وزیر رہے ہیں صاحبزادہ یعقوب خان وہ اُن کی کزن تھیں عمر رسیدہ تھیں، مجھے ملنے نیویارک آئیں تو انہوں نے بتایا کہ ہماری لائبریری نے بھی اسرار التنزیل منگوائی ہے، میں نے پڑھی ہے بہت مزہ آیا۔ اللہ نے اُسے یہاں تک مقبولیت بخشی حتیٰ کہ اسلام دشمنوں کو بھی ضرورت پیش آئی کہ یہ بھی دیکھی جائے۔ پھر ایک ٹیلی وژن چینل نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں پنجابی میں قرآنِ کریم کی تفسیر نشر کریں۔ اللہ بھلا کرے وہ اِس کا سبب بن گئے۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا، میں نے کہا جی بالکل! بہت اچھی بات ہے۔ ہم نے باقاعدہ ایک Sound Proof کمرہ بنوایا۔ اس کی دیواریں چھت ریکارڈنگ کے قابل بنائیں۔ پھر کیمرے خریدے، مائیک خریدے سارا انتظام کیا۔ اس میں ہم ریکارڈنگ کرتے اُنہیں بھیج دیتے وہ چلتی رہیں چلتی رہیں، اکیسویں پارے تک تو وہ نشر کرتے رہے پھر اُن کو کچھ باتیں تلخ لگیں۔ تلخ تو نہیں تھیں اُن کی پسند کے خلاف تھیں تو وہ ناراض ہو گئے۔ وہ ایک بہانہ بن گیا۔ انہوں نے بند کر دیا لیکن ہم نے بند نہ کیا۔ اُنہوں نے تو اپنی پسند کے کوئی مولوی لے کر خانہ پُری

کرلی لیکن ہم نے وہ جاری رکھی اور الحمدللہ! تیس پارے مکمل ہو کر پنجابی میں وہ ایک بیانیہ تفسیر بن گئی۔اب اُس کے بارے میں عبدالقدیر بتا رہا تھا کہ اُسے ضبطِ تحریر میں لایا جا رہا ہے، لیکن پنجابی میں اُس کی پوری کیسٹیں، سی ڈی دستیاب ہیں۔الحمدللہ!

پھر ہوا یہ کہ میری عادت ہے کہ ہمیشہ قرآن ہی بیان کرتا ہوں تو ہم ہر جمعہ پہ آتے، کوئی تیاری نہیں ہوتی، کوئی ذہن میں مضمون نہیں ہوتا کوئی حالات کی پرواہ نہیں ہوتی، قرآنِ کریم کھولتے جہاں سے کھل گیا ایک، دو، چار آیات کی تفصیل بیان کردی تو خیال آیا کہ جب تفسیر بیان کر رہی رہے ہیں تو اسرار التنزیل کی شرح کیوں نہ کردی جائے! چنانچہ 2005 میں سورۂ فاتحہ سے شروع کردی۔ یہ ساری اکرم التفاسیر، اسرار التنزیل کی تفصیل ہے۔اسرار التنزیل مجمل ہے یہ مفصل ہے، وہ اجمالی سی ہے اُس میں بنیادی نکات ہیں، اِس میں تفصیلی بحث ہوگئی۔یہ 2005 میں ہم نے شروع کی۔آج الحمدللہ! بارہ سال بعد یہ اپنے نقطۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور اِس میں عہدِ حاضر کے مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس میں واقعی کوئی کمال ہے تو وہ اللہ کی عطا ہے۔ وہ کرم ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ شفقت ہے۔وہ توجہ ہے مشائخ عظام کی۔ وہ برکات ہیں شیخ المکرم کی۔کیا لوگ تھے! جانے کہاں کھو گئے! یہ مسجد بن رہی تھی پرانے والی اور بہت وسیع تھی اس میں تقریباً آٹھ کنال جگہ ہے۔ مجھے اس لیے پتا ہے کہ میں نے آٹھ کنال زمین کا بہترین ٹکڑا دے کر یہ تبادے میں لی تھی۔ یہ بیکار سی زمین تھی لیکن وہ بیچ نہیں رہا تھا۔میں نے کہا یار اچھی زمین لے لو یہ دے دو، تبادلے میں آٹھ کنال لی تھی۔تو یہ ایک ویرانہ تھا، یہ دکانیں یہ آبادیاں بعد میں بنیں، کچھ کوئلے کے ڈھیر تھے لیکن مکان نہیں تھے۔ایک دفتر تھا، چھوٹی سی کوٹھڑی اور اتنی بڑی مسجد۔حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ کھڑے تھے، پھر رہے تھے دیکھ رہے تھے، حضرت قاضی صاحب مرحوم ساتھ تھے اور احباب بھی تھے، خادم بھی حاضر تھا تو کسی نے کہا اتنی بڑی مسجد اس ویرانے میں، یہاں کون آئے گا؟ آپ اجتماع بھی کرتے ہیں بیس نہ سہی تو چالیس پچاس ساتھی آجاتے ہیں تو اتنی بڑی مسجد! قاضی صاحب نے دیکھ کر فرمایا میں دیکھ رہا ہوں یہ کم پڑ جائے گی۔اور حقیقت یہ ہے کہ ہم انکار تو نہیں کرتے تھے ہمیں پتا ہوتا تھا یہ بندے سچے ہیں، اللہ کی طرف سے جانتے ہیں، سچ بولتے ہیں لیکن حیرت مجھے بھی ہوئی کہ اتنی بڑی مسجد کم پڑ جائے گی۔اللہ نے وہ وقت دیکھنا نصیب فرمایا کہ وہ مسجد کم پڑ گئی، پھر یہاں بیٹھے ہیں یہ سارا اضافہ کرنا پڑا اور اب یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ کم پڑ رہا ہے۔کیا لوگ تھے! کہاں تک اُن کی نگاہیں تھیں! کیسے عجیب بندے تھے! یہ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور جوتیاں اُٹھانے والے لوگ تھے تو جو کمال ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔کہیں کوئی کوتاہی ہوگئی، بھول چوک ہوگئی، غلط بات، غلطیاں پرنٹنگ میں بھی ہوجاتی ہیں کتابت میں بھی ہوجاتی ہیں بعض مجھ سے بھی ہوجاتی ہیں۔کہیں غلطی ہے تو قصور میرا ہے۔ اللہ مجھے معاف کرے۔کسی صاحب علم کو، کسی ساتھی کو، کوئی غلطی نظر آئے تو بڑی فراخدلی سے نشاندہی کردے۔توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اصلاح کی گنجائش ہے۔ میں بھی توبہ کرلوں، رجوع کرلوں اس کی اصلاح کرلوں۔ میرا کہا حرفِ آخر نہیں ہے۔ میں بھی انسان ہوں مجھے بھی سمجھنے میں بھول چوک، غلطی ہوسکتی ہے تو یہ اللہ کریم کا احسان ہے آج اُس نے یہ دن دیکھنا نصیب فرمایا۔الحمدللہ! اللہ اس کی برکات سے آپ سب کو بھی اور حاضر و غائب تمام احباب کو بھی، عامۃ المسلمین کو بھی مستفید فرمائے۔اللہ اپنے اس کلام کے صدقے ہمارے ملک پر رحم فرمائے۔اِسے قائم رکھے، اس کے حالات درست ہوں، اس میں امن قائم ہو اور اس پہ انصاف کی اور اسلام کی حکومت قائم ہو۔حقیقی معنوں میں یہ اسلامی پاکستان ہو۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہمیں نہیں چاہیے۔ہمیں اسلامی پاکستان چاہیے۔اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس میں کسی پخ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔اسلام، اسلام ہے بس اُس کے بعد کچھ نہیں۔

ہر چھوٹے سے چھوٹے، بڑے سے بڑے سوال کا جواب اسلام میں موجود ہے جو حق پر مبنی ہے، انصاف پر مبنی ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔تو اللہ ہمارے اس ملک کو اسلامی ریاست کردے۔

میرے یہ آخری چند الفاظ ہی اس تفسیر کا دیباچہ بن جائیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

سورۃ النمل/سورۃ القصص

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر شیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

دینی مصلحت کے لئے کفار کے ہدایہ کا رد کر دینا:

قولہ تعالیٰ: بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ... (سورۃ النمل: 36)

ترجمہ: ہاں تم ہی اپنے ہدیہ پر اتراتے ہو گے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ جب کفار کے ہدایہ کے رد کر دینے میں دینی مصلحت ہو، ان کا رد کر دینا مستحب ہے۔"

سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کو خط بھیجا اور اس نے امراء سے مشورہ کیا تو پہلے یہ طے پایا کہ بہت سا مال و دولت زر و جواہر دے کر کچھ لوگ وفد کے طور پر بھیجتے ہیں تو پتہ چل جائے گا کہ یہ بادشاہ دنیا کا لالچی ہے تو بہت سی دولت لے کر خوش ہو جائے گا اور اگر واقعی اللہ کا نبیؑ ہے تو بھی پتہ چل جائے گا۔ تو وہ جب مال و دولت حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں لائے تو آپؑ نے فرمایا، تمہیں اپنی دولت پر بڑا فخر ہے، میں تم سے دولت چھیننا نہیں چاہتا، میں تم سے کفر و شرک اور بت پرستی چھڑانا چاہتا ہوں، تو میں تم پر وہ لشکر لاؤں گا جس کی ابتدا انتہا کی تمہیں کوئی سمجھ نہیں آئے گی اور تمہیں تباہ و برباد کر دوں گا، یا یہ کفر و بت پرستی چھوڑ کر اللہ کی عظمت کے قائل ہو جاؤ۔ تو فرماتے ہیں کفار اگر کوئی تحفہ بھیجیں تو دینی مصلحت کے سبب ان کا رد کر دینا درست ہے۔

جزا کی افضلیت طاعت پر من حیث الذات نہیں بلکہ من حیث الفاعل:

قولہ تعالیٰ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (النمل: 89)

ترجمہ: جو شخص نیکی لاوے گا سو اس شخص کو اس سے بہتر ملے گا۔

"اس میں اعتقادِ توحید و رسالت بھی ہے اور جزا میں مطاعم و مشارب بھی ہیں اور عبادات کا ان لذات سے افضل ہونا ظاہر ہے۔ باوجود اس کے جزا کو جو طاعات سے افضل فرمایا گیا تو من حیث الذات نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ طاعات کا ادا کرنا فعل عبد ہے اور جزا کا عطا کرنا فعلِ حق ہے اور فعلِ حق افضل ہے فعل عبد سے، پس لذات سے تو طاعات افضل ہیں اور طاعات کے ادا سے جزا کی عطا افضل ہے۔"

فرماتے ہیں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جو نیکی لائے گا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ اسے اس سے بہتر ملے گا۔ تو فرماتے ہیں اس میں اعتقاد عقیدہ بھی شامل ہے، عقیدے کا درست ہونا نیکی کی بنیاد ہے۔ نیکی کیا ہے، بنیادی پتھر تو عقیدہ ہے کہ عقیدہ صحیح اور خالص ہو اور اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ مانے اور اللہ کے نبیؐ کو برحق مانے، قیامت پر یقین ہو اور اس کے بعد عمل ہے اور جب عقیدہ درست ہو تو عمل میں بھی ایک لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی کو سجدہ کر کے سکون ملتا ہے۔ وضو کر کے بشاش ہو جاتا ہے۔ نماز ادا کر کے، کسی کے ساتھ نیکی کر کے، حلال رزق کما کے، ان ساری عبادات میں بھی ایک لذت ہے۔ تو فرماتے ہیں عبادات بندے کا فعل ہے۔ اس میں جتنی بھی لذت ہو اس پر جو اجر و ثواب یا انعام ملتا ہے وہ اللہ کا فعل ہے، تو فرماتے ہیں اللہ کے فعل کی جو لذت ہے وہ اس کی شان کے مطابق ہو گی۔ عبادات میں عابد کو جو لذت ملتی ہے یا اسے انعام ملے گا اس سے کروڑوں گنا زیادہ لذت اس انعام میں ہو گی کہ عطا اللہ کا فعل ہے، وہ ہر لحاظ سے بندے کے فعل سے افضل ہے۔

کاملین سے احکام کا ساقط نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ (النمل: 91)

ترجمہ: مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے مالک کی عبادت کیا کروں۔

"صریح ہے اس میں کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی تکالیف شرعیہ ساقط

نہیں ہوتیں چہ جائیکہ اولیاءاللہ سے۔"

فرمایا جولوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں بزرگ ولایت کی انتہا کو پہنچ گیا۔ انہیں اب نماز روزے کی اور عبادات کی ضرورت نہیں ہے یہ غلط ہے۔ سب سے اعلیٰ منازل انبیاءؑ کے ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اس شہر کے مالک یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیا کریں۔ نبیوں کو عبادت کی تلقین کی جاتی ہے تو ولی کس کھیت کی مولی ہے کہ اسے عبادت کی ضرورت نہیں۔

برکات کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا نہ کہ اپنے کسب کی طرف:

قولہ تعالیٰ: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (النمل:93)

ترجمہ: اور آپ کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں۔

"روح میں ہے کہ اس پر حمد کیجئے کہ آپ کو نبوت اور تبلیغ احکام عنایت ہوئی۔ پس یہ دال ہے اس پر کہ فیوض کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا واجب ہے۔ اپنے عمل و مجاہدہ کی طرف منسوب نہ کرے۔"

فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام کو جلیل القدر مناصب اور خلعت الٰہی سے نوازا گیا اور خلیل اللہ کا لقب دیا گیا تو حکم دیا گیا کہ اس پر آپ اللہ کا شکر ادا کیجئے تو فرماتے ہیں یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جتنے مقامات، مرتبہ و مراقبات کسی کو نصیب ہوں ان پر اللہ کا شکر ادا کرے اور یہ نہ سمجھے کہ میں نے بڑی عبادت کی ہے اس کے بدلے میں یہ مل گیا ہے۔ نہیں۔ اللہ کی عطا کا کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا اور انسان جتنی بھی عبادت کرے ایک کلیہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرہ: 21) یعنی اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا۔ تو اللہ کا پیدا فرمانا اعضاء و جوارح عطا فرمانا، بیشمار اوصاف بدن میں، سمع و بصر، حواس خمسہ پھر مال و دولت، عزت و وقار، صحت، اولاد، گھر بار تو اتنی نعمتیں آدمی حاصل کر چکا ہے۔ ساری زندگی سجدے سے سر نہ اٹھائے تو ان کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ تو بندے کو یہ احساس رہنا چاہیے کہ میں جتنی بھی عبادت کروں اس سے زیادہ نعمتیں میں پہلے لے چکا ہوں۔ مزید جو روحانی ترقی مل رہی ہے، یہ میرے مجاہدے کا اثر نہیں اس کی عطا ہے اس کا انعام ہے اور خود مجاہدہ بھی تو اللہ کی عطا ہے کہ اس کی توفیق عطا کر رہا ہے۔ اس کی دی ہوئی توفیق سے کر رہا ہے لہٰذا ہر حال میں عظمت الٰہی کا قائل رہے اور اس کا شکر ادا کرتا رہے۔

سورۃ القصص

زوال کبر رفع حجاب ہے:

قولہٗ تعالیٰ: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً (القصص:5)

ترجمہ: ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا ہے ہم ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں۔

"اس میں اس پر دلالت ہے کہ زوال کبر میں موانع فضل الٰہی کا (جس کی افضل افراد امامت فی الدین ہے) ارتفاع ہے چنانچہ اَسْتُضْعِفُوْا کے بعد وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً فرمایا ہے۔"

آیہ کریمہ ہے کہ جو لوگ کمزور تھے ہم نے چاہا کہ ہم ان پر احسان کریں اور انہیں پیشوا بنا دیں۔ تو اس میں فرماتے ہیں کہ اس میں دلالت اس بات پر ہے کہ بڑائی آدمی سے جب جاتی رہتی ہے جب وہ اللہ کے فضل، اللہ کی مہربانی سے محروم ہوتا ہے۔ اور امامت یا قیادت کی سب سے افضل شکل جو ہے وہ امامت فی الدین ہے کہ دین کا پیشوا بنا دیا جائے۔ دنیوی حکومتیں تو بدکاروں کے پاس بھی جاتی ہیں۔ کوئی اللہ کا کرم ہو تو دینی قیادت نصیب ہوتی ہے۔

عقلی اختیاری کبھی طبعی سے مشتبہ ہو جاتا ہے

قولہٗ تعالیٰ: وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ (القصص:7)

ترجمہ: نہ تو اندیشہ کرنا اور نہ غم کرنا۔

"جس خوف اور حزن سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ممانعت کی گئی بوجہ منہی عنہ ہونے کے وہ یقیناً اختیاری تھا۔ جو احتمالات مضرت سے پیدا ہوتا تھا لیکن بعض اوقات اس عقلی اختیاری میں طبعی غیر اختیاری ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور اس صورت (بقیہ صفحہ نمبر 45 سے آگے)

اکرم التفاسیر

سورۃ الزمر، آیات 11 تا 21

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ (۱۱)
آپ فرمادیجئے کہ مجھے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے صرف اُسی کی عبادت کروں۔
وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۲) قُلْ اِنِّیْٓ
اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں سے اوّل میں ہوں۔ آپ (یہ بھی) فرمادیجئے
اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ
کہ اگر (بفرضِ محال) مَیں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو بے شک مجھے بڑے دن کے
یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۳) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ
عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ فرمادیجئے کہ مَیں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں اپنی عبادت کو اُسی
دِیْنِیْ (۱۴) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ط
کے لیے خاص رکھتا ہوں۔ سو تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو فرمادیجئے کہ بلاشبہ
قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ
نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر
الْقِیٰمَةِ ط اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (۱۵) لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ
والوں کو نقصان میں ڈالا۔ دیکھو! یہی واضح نقصان ہے۔ اُن کے اوپر سے بھی آگ کے محیط
ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ ہی (عذاب) ہے
عِبَادَهٗ ط یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (۱۶) وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ
جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں اے میرے بندو! سو مجھی سے ڈرو۔ اور جو لوگ شیطان کی
اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ج
عبادت سے بچتے ہیں اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کے لیے خوش خبری ہے،
فَبَشِّرْ عِبَادِ (۱۷) الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ
سو میرے بندوں کو خوش خبری سنادیجئے۔ جو بات (کلام الٰہی) کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی
اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا
اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہی
الْاَلْبَابِ (۱۸) اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ (۱۹)
عقل مند ہیں۔ بھلا جس شخص پر عذاب کی بات صادق ہو چکی تو کیا آپ ایسے دوزخی کو خلاصی دے سکیں گے
لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا
لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے (جنت کے) بالاخانے ہیں جن
غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ لا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط
کے اوپر (اور) بالاخانے ہیں جو بنے ہوئے (تیار) ہیں ان کے تابع نہریں چل رہی ہیں (یہ)
وَعْدَ اللّٰهِ ط لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ (۲۰) اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللہ کا وعدہ ہے (اور) اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ (اے مخاطب!) کیا تُو نے نہیں
اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی
دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل فرمادیتے ہیں
الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ
پھر اس سے کھیتیاں اُگاتے ہیں جن کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو
یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ط اِنَّ فِیْ
جاتی ہے تو اس کو دیکھتے ہو کہ زرد (ہوگئی) پھر اس کو چورا چورا کر دیتے ہیں۔
ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ (۲۱)
بے شک اس میں عقل مندوں کے لئے نصیحت ہے۔

آپ ساری انسانیت کو یہ بات بتادیجئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں خالص اُسی کی ذات کے لیے۔

عبادت کیا ہے؟ عبادت نام ہے اطاعت کا۔ ہم تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو ہی عبادت سمجھتے ہیں، باقی سارے دنیوی امور الگ کر لیتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ عبادت اطاعت کا نام ہے۔ اٹھنا، بیٹھنا، سونا،

جاگنا، دوستی دشمنی، کمانا، خرچ کرنا، معاملات، سیاسیات، ذاتی گھریلو، قومی، ملکی، بین الاقوامی جہاں تک جس کی جو رسائی ہے اس میں جو معاملات وہ کرتا ہے وہ یا اللہ کی عبادت ہے یا اللہ کی نافرمانی۔ یہ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کو الگ کر لینا درست نہیں، یہ بھی عبادت ہیں لیکن صرف یہی عبادت نہیں نماز، روزہ، حج زکوٰۃ بھی اللہ کی عبادت ہیں یہ وہ امور ہیں جن میں بندے کا اللہ کے ساتھ معاملہ ہے تو یہ نسبتاً آسان ہیں۔ جب بندے کا معاملہ مخلوق کے ساتھ آتا ہے، بندے کا معاملہ بندوں کے ساتھ آتا ہے تو وہ معاملات جو ہوتے ہیں وہ بھی عبادت ہیں بشرطیکہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوں اور وہاں اصل امتحان ہے وہاں پتا چلتا ہے کہ بندے کو کتنا احساس ہے عظمتِ الٰہی کا اور کتنا احساس ہے اللہ کی اطاعت کا اور کتنی فکر ہے اپنی آخرت کی اور ابدی زندگی کی۔ تو حضور اکرم ﷺ کو ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ! اعلان فرما دیجئے، سب کو بتا دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور خالص اُسی کے لیے کروں، درمیان میں کوئی دوسرا تیسرا نہ ہو۔ عبادت کا ایک انداز اُمیدوں کی وابستگی ہے کہ میری مدد فرمائے گا، میری ضرورتوں کا خیال رکھے گا، غائبانہ میری حفاظت کرے گا۔ اب اگر یہ اُمیدیں اللہ کے علاوہ کسی اور سے وابستہ کر لیں تو نماز روزے کا بھی کچھ حاصل نہیں یعنی اتنا یہ نازک مقام ہے کہ اگر کوئی فرد اپنی اُمیدیں اللہ کے علاوہ کہیں اور وابستہ کر لیتا ہے تو نماز روزے کی روح بھی ختم ہو گئی۔ وہ ایک Exercise رہ جاتی ہے عبادت نہیں رہتی۔ فرمایا: مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ مذہب یا دین جو ہے وہ بالکل خالص اور کھرا ہو۔ جہاں اللہ کریم نے جتنی اجازت دی ہے اُتنا استفادہ اُس چیز سے کیا جائے تو یہ اللہ کی اطاعت ہے۔ اُس حد سے بڑھ کر اپنی اُمیدیں اس سے وابستہ کر لی جائیں تو پھر دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں جو اسلام لایا ہوں، جس کی طرف میں خلقِ خدا کو دعوت دے رہا ہوں، جس راستے پر میں اللہ کی مخلوق کو چلانا چاہتا ہوں۔ میں اس میں سب سے اوّل ہوں اُس راستے پر چلنے والا باعتبار عقیدے اور یقین کے، باعتبار عمل کے، میں سب سے اوّل ہوں، سب سے اچھا، سب سے اعلیٰ، سب سے زیادہ مجاہدہ کرنے والا۔ مجھے یہ حکم ہے کہ جو راہ اللہ کی مخلوق کو آپ بتانا چاہتے ہیں اُسے پورے خلوص سے خود اپنایئے۔

فرمایا: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ یہ بھی بتا دیجئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں ختم الانبیاء ہوں، میں نبیوں کا بھی امام ہوں، اللہ کی ساری مخلوق سے افضل ترین ہستی ہوں لیکن میں اللہ کی اطاعت کا پابند ہوں۔ مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں اللہ کی اطاعت نہ کروں تو قیامت کے عذاب بڑے سخت ہیں۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اُنہیں اللہ کی طرف سے عصمت نصیب ہوتی ہے اور اُن سے گناہ کا صدور ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود ارشاد ہو رہا ہے کہ بفرضِ محال اگر میں اللہ کا حکم ٹال جاؤں تو پھر مجھ سے بھی عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ یہ اس لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ کوئی فرد یہ نہ سمجھے کہ خیر ہے گزارا ہو جائے گا۔ گزارا نہیں ہوگا، بغیر اطاعت کے کوئی چارۂ کار ہے ہی نہیں اور یہاں صفاتی نام رَبّ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ، ربّ کا معنی ہے پیدا کرنے والا، پالنے والا، حیات دینے والا، وجود عطا کرنے والا، حسین عطا کرنے والا، سب کچھ دینے والا، اُسے مسلسل برقرار رکھنے والا اور زندگی کو اس کے مختلف مراحل سے گزار کر کمال تک پہنچانے والا، ربّ ہے۔ اب جس طرح ہم صحت کے لیے احتیاط کرتے ہیں یا بدپرہیزی کرتے ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں تو یہ قانونِ ربی ہے۔ ساری مخلوق اُسی کی ہے، مضرِ صحت چیزیں بھی بازار میں موجود ہیں اور صحت کے لیے جو مفید ہیں، وہ بھی موجود ہیں۔ اب اگر کوئی نقصان دہ چیز اپنی مرضی سے خرید کر کھاتا ہے، اُس کا ردِّ عمل آتا ہے، اُس کا نتیجہ نکلتا ہے، اُس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اچھی چیز کھاتا ہے اُسے صحت نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا، اسی طرح وہ ربّ ہے کہ کردار کا بھی نتیجہ نکلے گا۔ جو نیکی کرے گا اُس پر نیک نتائج مرتب ہوں گے اور جو نافرمانی کرے گا اس پہ غضبِ الٰہی مرتب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے کہلوایا گیا کہ میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اس پر یقیناً اللہ کی ناراضگی مرتب ہوگی اور وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ بہت بڑا دن ہوگا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخری انسان تک سب ایک جگہ جمع ہوں گے۔ کل ذی روح ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ حیوانات، نباتات، پرندے، چرندے، پتھر، پہاڑ ہر ایک کا حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ فرداً فرداً ایک ایک سے پوچھا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فرمایا، سُن لو! بڑی واضح بات

ہے میں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنے سارے عقیدے کو اُس کے لیے شفاف رکھتا ہوں صرف اُس ہی کی عبادت کرتا ہوں۔ اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ بڑی عجیب بات ہے، قرآنِ کریم میں جگہ جگہ کفار و مشرکین کے قول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ انبیاءؑ سے انہوں نے کہا کہ یہ اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ درحقیقت اللہ کے نبی نہیں ہیں یعنی نبی کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں لیکن اللہ کو مانتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف قوم کے لوگوں نے سازش کی کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ جب وہ آپس میں معاہدہ کر رہے تھے تو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ (النمل:49) اللہ کی قسمیں کھاؤ کہ ہم اس پر قائم رہیں گے۔ نبیؑ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور اللہ پر قسمیں کھا رہے ہیں! اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں زنانِ مصر کی گفتگو آتی ہے، وہ صفاتِ الٰہی کی بات کرتی ہیں، فرشتوں کو مانتی ہیں۔ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ (یوسف: 31) یہ لوگ فرشتوں کو مانتے تھے، اللہ کو مانتے تھے، پھر کافر کیوں تھے؟ جب اللہ کو بھی مانتے تھے فرشتوں کو بھی مانتے تھے تو پھر اُنہیں کافر و مشرک کیوں کہا گیا؟ اس لیے کہ اللہ کو اپنی رائے سے مانتے تھے، ویسا نہیں مانتے تھے جیسا اللہ کے نبیؑ بتاتے تھے۔ دراصل اللہ کو اپنی عقل و خرد سے، اپنے علم سے کوئی مان نہیں سکتا، نہ جان سکتا ہے۔ انسانی شعور اس قابل نہیں ہے کہ وہ اللہ جل شانہٗ کی ذات کے بارے خود تلاش کر سکے۔ وہ یہاں آ کر عاجز ہو جاتا ہے کہ کوئی ایک ہستی ہے جس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اب وہ کیسی ہے، کس بات پہ راضی ہے، کس بات پہ خفا ہے اُسے یہ نہیں پتا۔ زید بن عمرو بن نفیل عہد فترت کے مؤحد تھے۔ مکہ کے ایک معروف آدمی تھے، بہت دانشور، بہت سمجھدار۔ تو وہ فرماتے تھے، یہ کیا جہالت ہے کہ ایک پتھر اور تیشہ لے کر کھڑے ہو جاتے ہو، اُسے کانٹ چھانٹ کے ایک بُت بناتے ہو پھر کہتے ہو کہ اب یہ خدا بن گیا۔ ایک پتھر ہی ہے، اِسے پھر توڑ دو گے تو کیا وہ تمہارا ہاتھ روک لے گا؟ اُسے اُٹھا کر پھینک دو تو کیا کرے گا؟ اس بنے بنائے بت کو فرش پہ لگا دو پھر اُس کے اوپر سے گزرتے رہو، وہ روک تو نہیں سکتا۔ یہ کیا بات ہے؟ پھر تم نے شعبے تقسیم کر دیئے ہیں کہ یہ اچھائی کا خدا ہے۔ یہ برائی کا خدا ہے۔ یہ بارش برساتا ہے۔ یہ اولاد دیتا ہے، یہ روزی دیتا ہے۔ یہ کیا تماشا ہے؟ ان کے اشعار کچھ یوں ہیں۔

أَرَبًّا وَّاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبًّا
أَدِيْنُ إِذَا تُقُسِّمَتِ الْأُمُوْرُ
تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا
كَذٰلِكَ يَفْعَلُ رَجُلٌ بَصِيْرٌ

وہ کہتے تھے، پالنہار کوئی ایک ہے جو ساری کائنات کو پال رہا ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے، ہزاروں ہوتے تو آپس میں لڑتے۔ کوئی کہتا بارش برسانی ہے دوسرا کہتا نہیں برسانی، کوئی کہتا سورج طلوع کرنا ہے دوسرا کہتا نہیں کرنا۔ یہ تو تماشا ہی بن جاتا۔ رب کوئی واحد ہے۔ پالنہار کوئی ایک ہے۔ ہر ہر ذرے کو اُس کی روزی، اُس کی مقررہ تعداد اور اس کے مقررہ وقت پر مل رہی ہے۔ کوئی اُس میں روکنے والا، ٹوکنے والا اعتراض کرنے والا نہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ پالنہار ایک ہے۔ کوئی اُس جیسا دوسرا نہیں کہ اُس میں مداخلت کر سکے۔

یہ کیا مذہب ہے کہ تم نے کام بانٹ دیئے کہ اولاد وہ دیتا ہے، روزی وہ دیتا ہے، صحت وہ دیتا ہے، بارش ایک اور برساتا ہے تو اس سارے میں، اِن ہزاروں میں، اتنی Coordination کیسے ہوگئی، اتنا مربوط نظام کیسے بن گیا، یہ تو نہیں بن سکتا۔

دو میں بھی اتنا ربط نہیں ہو سکتا تم ہزاروں میں اتنا ربط ثابت کرتے ہو، یہ مشکل ہے۔ پھر وہ کہتا تھا۔

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا

میں لات و عزیٰ سمیت سارے بتوں سے بیزار ہوں۔

كَذٰلِكَ يَفْعَلُ رَجُلٌ بَصِيْرٌ

اللہ نے جسے بھی بصیرت دی وہ ایسا ہی کہتا ہے، یہ اندھے ہیں، یہ جاہل ہیں جو ان کی پوجا کر رہے ہیں۔ اللہ نے جسے بھی شعور دیا، پھر کہتا اللہ! میں جانتا ہوں تو ہے۔ میں یہ نہیں جانتا تُو کہاں ہے، تو کیسا ہے۔ مجھے یہ نہیں پتا کہ تو کس بات پہ راضی ہے، کس بات پہ خفا ہو جائے گا۔ یہ جاننا میرے بس میں نہیں ہے۔ پھر بیت اللہ کے سامنے مٹی اُٹھا کر، اُس پر پیشانی رکھ دیتا اور کہتا مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ تیری عبادت کیسے کروں؟ اسی کو میرا سجدہ قبول کر لے۔ انسانی عقل یہی کچھ تلاش کر سکتی ہے۔ یہ احسان انبیاءؑ نبوت کا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی ذات، اللہ کی صفات کے بارے آگاہ فرماتے ہیں۔ اللہ کے احکام سے آگاہ فرماتے ہیں۔ یہ بات بتاتے ہیں کہ اللہ اس بات پہ راضی ہے، اس بات کو پسند نہیں کرتا

اور یہی دین ہے۔ دین صرف نماز روزے میں نہیں ہے۔ ہر حرکت وسکون یا دین ہے یا دین کے خلاف ہے۔ ہر بات جو ہم کرتے ہیں یا دین ہے یا دین کے خلاف ہے۔ ہر کام جو ہم کرتے ہیں یا دین ہے یا دین کے خلاف ہے۔ یہی بات یہاں اللہ کے حبیب ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ﴿۱۴﴾ یادرکھو، میں ہر بات، ہر کام خالص اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہوں۔ میرا کسی سے صلح کرنا یا جنگ کرنا، میرا کسی پر خوش ہونا، یا خفا ہونا میرا کسی سے بات کرنا یا اعتراض کرنا، میرا سونا، میرا جاگنا، میرا گھر، میرا کاروبار، میرا سب کچھ اللہ ہی کی اطاعت کے لیے ہے۔ میں جو کرتا ہوں خالص اُسی کی رضا کے لیے کرتا ہوں اور یہ اسلام ہے فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۔۔۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو جس کی جو مرضی ہے، وہ کرے۔ تم پوجا کرتے رہو، بھئی! میں تم پر یہ پابندی تو نہیں لگا سکتا۔ میں تمہیں حق بتا سکتا ہوں، حق منوانا میری ذمہ داری نہیں ہے۔ حق بتانا میری ذمہ داری ہے، اس کے بعد تمہارے پاس اختیار ہے۔ اللہ نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ تم کون سا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو۔ اِنَّا ہَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا﴿۳﴾ (الدھر:3) ہم نے واضح کردیئے ہیں، راستے کھول دیئے ہیں۔ چاہے تو شکر کا راستہ اختیار کرے چاہے تو کُفر کا کرلے۔ جس راستے پر چلے گا اُس کے انجام پر پہنچ جائے گا۔ فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ ؕ ۔۔۔ اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو تم پرستش کرتے رہو لیکن انہیں یہ بتادیجئے۔ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَہۡلِیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ ۔۔۔ اے انسان! تم ساری زندگی نقصان سے بچتے رہتے ہو، تمہاری ساری کوشش یہ ہوتی ہے کہ کہیں میرا نقصان نہ ہوجائے لیکن حقیقی نقصان کیا ہے؟ فرمایا، اصل نقصان یہ ہے کہ جو روزِ حشر اپنے آپ کو بھی خسارے میں لے جائیں گے اور اپنے خاندان کو بھی تباہی کی طرف لے جائیں گے۔ حقیقی نقصان یہ ہے۔ سرمائے کا نقصان ہوجائے، سرمایہ پھر مل جاتا ہے۔ صحت کا نقصان ہوجائے، صحت پھر بحال ہوجاتی ہے۔ گھر گرجائے اللہ توفیق دے پھر بن جاتا ہے۔ ایمان چلا جائے، کردار چلا جائے، یہ بہت بڑا نقصان ہے اور روزِ حشر کو خود بھی اور اپنے خاندان کو بھی لے ڈوبے گا اَلَا ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ﴿۱۵﴾ (الزمر:15) خوب اچھی طرح سوچ لو یہ بڑا واضح گھاٹا ہے، بڑا واضح نقصان ہے، حشر کی رسوائی سب سے بڑا نقصان ہے۔ پتا ہے جو حشر کو نقصان اُٹھائیں گے اُن کا حشر کیا ہوگا؟

فرمایا: لَہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنۡ تَحۡتِہِمۡ ظُلَلٌ ؕ ۔۔۔ اُن کے سر پر آگ کے سائبان ہوں گے۔ ذرا سورج کی تپش ہو تو ایک محاورہ ہے، کہتے ہیں کہ سورج آگ برسارہا ہے۔ حقیقی آگ دوزخ کی آگ ہے جو اس دن واقعی برس رہی ہوگی۔ وَ مِنۡ تَحۡتِہِمۡ ظُلَلٌ ؕ ۔۔۔ اور پاؤں کے نیچے فرش بھی آگ کا ہوگا۔ آگ برس بھی رہی ہوگی اور پاؤں کے نیچے بھی آگ ہوگی۔

ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ ؕ ۔۔۔ اس انجام سے ہی تو اللہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں۔ اسی لیے تو انبیاءؑ مبعوث فرمائے، اسی لیے تو کتابیں نازل فرمائیں، اسی لیے تو سارے حقائق بروقت کھول کر رکھ دیئے کہ اگر اُس طرف جاؤ گے تو انجام یہ ہوگا۔ یہ اُس کا احسان ہے۔ لوگوں کے اپنے نصیب، ہمارے اپنے نصیب، ہماری اپنی قسمت۔ ہم پتا نہیں کیا فیصلے کرتے ہیں، ہم بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ جی! جب جائیں گے تب دیکھا جائے گا۔ بھئی! جب جاؤ گے، تم کیا دیکھو گے؟ پھر تو وہ دیکھیں گے آپ کو، ہم کو۔ تو یہاں ہمارے پاس فرصت ہے، ہمیں یہاں دیکھنا ہے کہ ہم زندگی کس نہج پر گزار رہے ہیں، ہم کس راستے پر چل رہے ہیں، ہمارا عقیدہ اور نظریہ کیا ہے اور ہمارا کردار کیا ہے۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ﴿۱۶﴾ ۔۔۔ وہ فرماتا ہے تم میرے بندے ہو میری مخلوق ہو، ہر لحظ محتاج ہو پھر میری ہی نافرمانی کرتے ہو۔ تمہیں مجھ سے بھی حیا نہیں آتی۔ ایک ایک ذرّہ جوڑ کر تمہارے جسم کو پال رہا ہوں۔ آج کی سائنس کہتی ہے کہ ایک وجود میں دس کھرب سیل ہیں۔ دنیا کی آبادی انسانی آبادی کم وبیش چھ ارب کے قریب ہے۔ ایک بندے کے وجود کی آبادی دس کھرب سیل ہے۔ اُن سیلوں میں آگے پھر ایٹم ہیں۔ ایک سیل میں کتنے کھربوں ایٹم ہیں، اللہ ہی جانے۔ سائنس ابھی یہاں تک نہیں پہنچ سکی کہ ایک سیل میں آگے ایٹم کتنے ہیں۔ ایک ایک ایٹم انسانی وجود کی کمی بیشی، طاقت، کمزوری، صحت، بیماری کا ذمہ دار ہے۔ اُس ایک ایک ایٹم کو چلا کر، اُس سیل کو رواں کرکے، اُن کھربوں سیلوں کو چلا کر ایک ایک وجود کو حرکت وسکون عطا کررہا ہے۔ کتنا بڑا کارخانہ ایک وجود کے اندر ہے اور چھ ارب کے قریب انسان ہیں۔

ہر جانور، ہر پرندے، ہر درخت ہر شجر کا یہی عالم ہے اور ساری کائنات کو بیک وقت پورے توازن، سکون اور اطمینان سے چلا رہا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ۔۔۔ فرمایا، میرے کرم کا یہ انداز ہے اور تمہیں فرصت دی تو تم نافرمانی پہ اُتر آئے۔ تمہاری یہ جرأت! میری عظمت وجلالت سے ڈرو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ ۔۔۔ فرمایا: دیکھو زندگی کی روش دو طرح سے ہے۔ اللہ کی راہ سے بھٹکا ہوا ابلیس باطل کا داعی ہے۔ جو بات بھی آپ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں، وہ آپ ابلیس کے حکم کے مطابق کر رہے ہیں یعنی آپ کو ایک کے پیچھے چلنا ہے۔ تیسرا تو کوئی دعویدار نہیں ہے تو فرمایا: جو لوگ ابلیس کی پیروی سے بچ جاتے ہیں، دیکھو! قرآن کا کتنا پیارا انداز ہے۔ قرآن فرماتا ہے جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا تو وہ ابلیس کی اطاعت کر رہا ہے۔ چونکہ برائی کی طرف، کفر کی طرف کا داعی وہ ہے۔ جان کر کر رہا ہے، مان کر کر رہا ہے یا انجانے میں کر رہا ہے اطاعت اُسی کی کر رہا ہے۔ جو کام بھی اللہ کے حکم کے خلاف ہوگا وہ ابلیس کی رائے کے مطابق ہوگا۔ تو فرمایا، میرے جو بندے ابلیس کی عبادت سے بچتے ہیں، جو اُس کی عبادت سے انکار کرتے ہیں، غور کریں کہ کتنے بندے ہیں جو ابلیس کو خدا مان کر سجدے کرتے ہیں؟ مجھے تو آج تک کوئی نہیں ملا۔ مومن، کافر سارے ابلیس پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔ جو اُس کے پیروکار ہیں وہ بھی کہتے ہیں اُس پہ لعنت لیکن بات اُسی کی مان رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب وہی ہوا کہ عبادت اطاعت کا نام ہے۔ جب بندہ اُس کی اطاعت کرتا ہے تو پھر اور عبادت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا، میرے جو بندے اس بات سے انکار کر دیتے ہیں کہ ہم ابلیس کی عبادت نہیں کریں گے، ہم اللہ کی عبادت کریں گے۔ وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۔۔۔ یعنی جو ابلیس کی بات ماننے سے انکار کر دیتا ہے وہ رجوع اِلی اللہ کرتا ہے پھر وہ اللہ کی مانتا ہے۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ ۔۔۔ اور اُن کو مبارک دیجئے، میرے حبیب ﷺ اسی دنیوی زندگی میں اُنہیں میری طرف سے مبارکباد دیجئے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۚ ۔۔۔ اور میرے اُن بندوں کو بھی میری طرف سے بشارت دیجئے، خوشخبری دیجئے جو بات تو سنتے ہیں لیکن اچھی بات مانتے ہیں، بُری بات نہیں مانتے۔ معاشرے میں کردار بھی سامنے ہوتے ہیں آوازیں بھی ہر طرح کی ہوتی ہیں، ریڈیو سے آتی ہیں، ٹی وی سے آتی ہیں، اخبار سے آتی ہیں، محفلوں سے آتی ہیں، بازار سے آتی ہیں، گلیوں سے آتی ہیں، گھروں سے آتی ہیں۔ ہر طرح کی آواز بھی سنائی دیتی ہے، سارے حالات سامنے ہیں لیکن میرے وہ بندے قابلِ تعریف ہیں جو اُس میں سے اچھائی اپناتے ہیں، برائی چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اختیار تو بندے کے پاس ہے۔ آج کا شکوہ یہ ہے، زبانِ زدِ عام یہ بات ہے کہ زمانہ خراب ہو گیا۔ زمانہ نہیں خراب ہو گیا ہم خراب ہو گئے ہیں۔ زمانے میں ہمیشہ سے، روزِ اوّل سے، آدم علیہ السلام کے زمین پہ آنے سے پہلے ابلیس مردود ہو چکا تھا۔ اُسے بھی زمین پر اُتارا گیا۔ روزِ اوّل سے اچھائی اور برائی مقابلے میں آ گئی اور یہی اسلام ٹھہرا کہ شیطان کی عبادت نہ کی جائے، اللہ کی کی جائے۔ آخر آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے، ایک بیٹے قابیل کو بھی تو بہکا دیا اور اُس نے بھائی قتل کر دیا۔ تو یہ تو مقابلہ ازل سے آ رہا ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے یا رہے گی دونوں راستے کھلے ہیں۔ انسان کے پاس موقع ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ تو میرے وہ بندے جو شیطان کی عبادت سے انکار کر دیتے ہیں یعنی شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں کہ صرف اللہ کی بات مانیں گے، اُنہیں مبارک دیجئے اور اُن کو بھی مبارک دیجئے جو ہر طرح کی باتیں سنتے تو ہیں لیکن اختیار صرف اچھی بات کرتے ہیں۔ بُری نہیں کرتے۔ ہر طرح کے حالات، ہر طرح کے واقعات سے گزرتے ہیں لیکن نیکی اپناتے ہیں، برائی نہیں اپناتے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ ۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ جن کی راہنمائی ربّ العالمین نے کی ہے، جن سے اللہ راضی ہے اور جن کے ہاتھ پکڑ کر خارزارِ دنیا سے، کانٹوں سے بچا بچا کر اُنہیں گزار رہا ہے۔ جا بجا برائی سے بچتے ہیں۔

انہیں ہی آپ دانشور کہہ سکتے ہیں۔ یہ صاحبِ خرد ہیں، یہ عقلمند لوگ ہیں جو معاشرے سے نیکی اختیار کر لیتے ہیں، برائی رد کر دیتے ہیں۔ معاشرہ تو ساری تصویریں دکھاتا ہے۔ اچھی بھی، بُری بھی، بھلی بھی

بُری بھی نیک بھی بد بھی، وہ نیکی اختیار کرتے ہیں بُرائی نہیں لیتے اور رہ گئے وہ لوگ جو دوسری طرف جاتے ہیں فرمایا، اے میرے حبیب ﷺ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۔۔۔ جس کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہوگیا۔ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ۞ ۔۔۔ پھر تو اُسے آپ بھی آگ سے نہیں اُٹھا پائیں گے۔ اُس نے خود پسند کیا۔ اُس کی پسند پر فیصلہ ہوا۔ پھر وہ آپ ﷺ سے استفادہ کیسے کرے۔ وہ آپ ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم ہوگیا۔ اُس کے حق میں تو کوئی شفاعت بھی نہیں جس کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ ایمان بچ جائے، خطا ہو جائے، اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ انبیاءؑ کی شفاعت ہے، صلحا کی شفاعت ہے۔ بخشش کے بیشمار اسباب و ذرائع ہیں لیکن خاتمہ ہی کفر پر ہو پھر وہ تو کام سے گیا۔ پھر کوئی اُس کی خبر لینے والا نہیں۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۔۔۔ جو اللہ کی اطاعت کریں گے، فرمایا، جب میرے پاس آئیں گے تو اُن کے محلات دیکھنے کے قابل ہوں گے۔ محلات کے اوپر محلات ہوں گے، بالاخانے ہوں گے اور نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، باغات ہوں گے۔ رہنے کے گھر، دیکھنے کے گھر، ہمیشہ کے گھر جن کے نہ چھینے جانے کا خطرہ، وہ میرے پاس ہیں۔ یہ تو بنا بنا کے چھوڑ آتے ہیں پھر وہ گر گر کر کھنڈر ہو جاتے ہیں۔ وہ مٹی چونے کے نہیں ہوں گے، وہ رحمتِ الٰہی کے ہوں گے۔ اللہ جس طرح چاہے گا، بنائے گا۔ ویسے دنیا میں سوچ بھی نہیں جا سکتے اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ۞ ۔۔۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

فرمایا، تمہیں کیوں یقین نہیں آتا؟ وہ کیسا قادر ہے، کیا تم دنیا میں نہیں دیکھتے؟

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔۔۔ تم نہیں دیکھتے کہ وہ ٹنوں پانی ہوا کے دوش پر سوار کر دیتا ہے۔ اتنا کہ جب برستا ہے تو زمین غرق ہونے لگتی ہے۔ لیکن جب اللہ اٹھوا دیتا ہے تو ہوا اُسے اُٹھائے اُٹھائے پھرتی ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ وہی پانی جب اُسے برسنے کا حکم دیتا ہے تو زمین پر سیلاب آ جاتے ہیں۔ لیکن ہوائیں اُسے مزے سے اُٹھائے اُٹھائے پھرتی ہیں۔ وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ۔۔۔ پھر وہ اُس کو زمین میں داخل کر کے مختلف صورتوں میں، چشموں میں، نہروں میں، دریاؤں میں، برف کی صورت میں، مختلف شکلیں بنا کر، زمین پر اُسے رکھ کر۔ اُسے چلانا شروع کر دیتا ہے۔ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۔۔۔ پھر زمین میں سے طرح طرح کی اجناس پیدا فرماتا ہے۔ مٹی ایک ہے، اُس کا منگ ایک ہے، اُس کا ذائقہ ایک ہے۔ پانی ایک ہے، بے رنگ ہے، بے ذائقہ ہے۔ لیکن جب وہ چیزیں بناتا ہے تو کروڑوں، اربوں، کھربوں طرح کی ہیں۔ پتا نہیں، اُن میں رنگ سازی کون کرتا ہے! ہر تنکا گل بکف ہے، ہر پھول کی خوشبو الگ ہے، اُس کا ذائقہ الگ ہے۔ اُس کے اثرات الگ ہیں۔ ایک ہی مٹی، ایک ہی ذرّے، ایک ہی ایٹم، ایک ہی پانی، تم دیکھتے نہیں ہو وہ کتنا قادر ہے! جنگلوں کے جنگل، پھولوں سے بھر جاتے ہیں۔ ہر تنکا کئی پھول اُٹھائے کھڑا ہوتا ہے، ہر پھول کے رنگ جدا ہیں، خوشبو جدا ہے، ذائقہ الگ ہے، تاثیر الگ ہے۔

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ۔۔۔ پھر اُسی پہ وہ وقت آتا ہے کہ اُس پر سے بہار گزر جاتی ہے اور وہ ہرے بھرے باغ، ہرے بھرے کھیت، اُن کے چہرے زرد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اُن پر موت کی زردی چھا جاتی ہے۔ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۔۔۔ پھر وہ خس و خاشاک بن کے اُڑ جاتے ہیں اور خالی زمین رہ جاتی ہے۔ پھر وہی بنجر زمین، پھر وہی چٹیل میدان۔ کوئی تنکا نظر نہیں آتا اور یہ روز تمہارے سامنے ہوتا ہے تم نہیں گن سکتے۔ کتنے تنکے، کتنی پتیاں، کتنے پھول، کتنا غلہ، کتنی اجناس، کتنے پھل، کتنے درخت، کیا کچھ اُس نے پیدا کر دیا! پھر سب پہ خزاں آتی ہے۔ سارے درخت ٹنڈ مُنڈ ہو جاتے ہیں۔ بیلیں سوکھ جاتی ہیں، پھل گر جاتے ہیں، فصلیں ختم ہو جاتی ہیں، سبزہ ختم ہو جاتا ہے، بہاریں روٹھ جاتیں ہیں اور ہر چیز بکھر جاتی ہے۔ جب بہار آتی ہے تو پھر بارش برسا دیتا ہے۔ ساری کائنات میں، پھر وہی سبزہ، وہی گل و گلزار وہی بہاریں، وہی پھل، دوبارہ آ جاتے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۞ ۔۔۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لیے نصیحت ہے۔ جس بندے میں عقل سلامت ہے۔ اُس کے لیے اس میں بڑی نصیحت ہے کہ وہ قادر ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور وہ بڑا کریم ہے۔

شرح مشکوٰۃ المصابیح

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اللہ کریم کا احسان ہے تفسیر اکرم التفاسیر مکمل ہوئی۔ اللہ کریم کا بہت بڑا کرم ہے، احسان ہے۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔

اُس کے بعد خیال تھا کہ کچھ سیرتِ طیبہ پہ گزارشات پیش کی جائیں یا پھر حدیث شریف کا انتخاب کیا جائے۔ کچھ ساتھیوں کا مشورہ، کچھ اپنے ارادے سے بھی، مشائخ حضرات کی توجہ سے بھی، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سیرتِ طیبہ میں تو پھر مواد مل جاتا ہے حدیث شریف میں آج کل بہت پریشانی ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے جہاں سے جو بات اٹھاتا ہے فیس بک پہ، انٹرنیٹ پہ لگا دیتا ہے۔ کوئی اُس کی سند نہیں ہوتی، کوئی اُس کی تشریح نہیں ہوتی، کوئی اُس سے سمجھ نہیں آتی۔ حدیث کے نام پہ روایات سنی سنائی بیان کردی جاتی ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بندے کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو بات سنے وہ آگے بلاتحقیق بیان کردے، تو اور حدیث کے نام پر بلاتحقیق بات پھیلانا بہت بڑی جرأت اور گستاخی ہے۔ اللہ معاف فرمائے اور اکثر احباب انٹرنیٹ سے دیکھتے ہیں پھر یہ پوچھتے ہیں کہ یہ حدیث ہے؟ نہیں ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ میں تو خود انٹرنیٹ پر حدیثیں دیکھا نہیں کرتا اور دوستوں کو بھی منع کرتا ہوں کہ ان کی کوئی سند نہیں ہوتی، یہ نہ دیکھا کریں۔ پھر یہ طے ہوا کہ حدیث شریف پہ کوئی بیان کیا جائے۔ احادیثِ مبارکہ کی تشریح کی جائے۔ اُس کے لیے ہم نے مشکوٰۃ المصابیح کو چُنا۔ حدیث کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں چھ معروف ہیں، جنہیں صحاحِ ستہ کہا جاتا ہے۔ اُن میں بھی دو چوٹی کی ہیں، صحیح بخاری اور مسلم۔ اُن کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے اور اُن کی احادیث ساری صحیح مانی جاتی ہیں۔ بلکہ بخاری کا نام ہی صحیح بخاری ہے اور اسے اصح کتب بعد از کتاب اللہ، قرآنِ کریم کے بعد صحیح ترین کتاب کا درجہ حاصل ہے۔ تو طے یہ ہوا کہ مشکوٰۃ شریف بیان کی جائے۔

مشکوٰۃ شریف اِن چھ صحیح احادیث کی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ ہر باب سے حدیثیں منتخب کرکے اس میں جمع کردی گئی ہیں۔ مشکوٰۃ اُس آلے یا اُس طاق کو کہتے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔

مصباح، چراغ کو یا ستارے کو کہتے ہیں۔ چراغوں کے رکھنے کی جگہ کو مشکوٰۃ کہتے ہیں۔ مصابیح جمع ہے۔ اس طرح مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ اُس میں منتخب احادیثِ مبارکہ ہیں۔ اللہ کریم کی توفیق سے اور اُس کے نام کی برکت سے شروع کرتے ہیں بطفیلِ نبی کریم ﷺ۔ اللہ کریم حق سمجھنے کی اور حق کو بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

احادیث کے بہت سے درجے ہیں جس میں سب سے اعلیٰ، صحیح ہے۔ حدیث کہتے ہیں جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا، قرآن کے علاوہ۔ قرآن وحیٔ الٰہی ہے۔ حدیث بھی وحیٔ الٰہی ہے۔ حدیث میں الفاظ حضور نبی کریم ﷺ کے ہیں، مفہوم اللہ کی طرف سے ہے۔ قرآن میں الفاظ بھی اللہ کی طرف سے نازل کیے گئے اور مفہوم بھی۔ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ حدیث ہے۔ کوئی کام آپ ﷺ کے سامنے ہوا، کوئی بات ہوئی، حضور ﷺ نے اُس کی تردید نہیں فرمائی، قبول فرمالی، وہ بھی حدیث ہے۔ کوئی کام حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے اُسے ردّ نہیں فرمایا، قبول فرمالیا، اُسے بھی حدیث کا درجہ حاصل ہے۔

حدیث کے تین بنیادی درجے ہیں۔ اوّل صحیح، جس کے سارے راوی، بیان کرنے والے سچے کھرے ہوں اور اُن سے الفاظ وحروف

صحیح ثابت ہوں اُسے صحیح حدیث کہتے ہیں، سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

دوسرا درجہ حسن کا ہے۔ حدیث صحیح کے بعد حسن ہوتی ہے۔ اُس میں بعض راوی اُس پائے کے نہیں ہوتے۔ سچے ہوتے ہیں۔ حسن حدیث بھی درست ہے، لیکن اُس میں وہ قوت نہیں ہوتی۔ تیسری حدیث کا درجہ ضعیف ہوتا ہے، کمزور ترین، جس میں کوئی راوی بھول جانے والا ہے یا کسی کو غلطی لگ گئی یا اُس میں آمیزش ہوگئی، اُسے ضعیف کہتے ہیں۔

اُس کے بعد حدیث کے بہت سے درجے ہیں، بیشمار درجے ہیں، جس سے عام آدمی کو کوئی غرض نہیں۔ علماء کے لیے، تحقیق کے لیے ہیں۔ احادیث میں موضوع بھی ہیں جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑلیں۔ یہ حدیث نہیں ہیں، لیکن حدیث کے نام پر کسی نے بات گھڑ کر، جھوٹ بول کر بنالی۔

اسی طرح کچھ کی روایات نہیں پہنچتی، وہ مقطوع ہیں۔ کچھ متصل ہیں، کچھ مدلس، بہت سے درجے ہیں جس کا تعلق عام آدمی سے نہیں ہے۔ عام آدمی کو اتنی اطلاع کافی ہے جتنی عرض کر دی گئی۔

مشکوٰۃ المصابیح میں پہلی حدیث جو لی گئی وہ یہ ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ" (متفق علیہ)

ترجمہ: عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی نیت کرے۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہے کہ اسے پہنچے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض ہے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

جس حدیث میں بخاری شریف اور مسلم شریف، دونوں کتابوں میں اتفاق کرلیا جائے اُس حدیث کو متفق علیہ کہتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے، یہ صحیح ترین حدیث ہے۔

انسان ہر لمحے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ خاموش رہنا بھی ایک فعل ہے۔ چپ رہتا ہے تو بھی اُس خاموشی کے پیچھے کوئی مقصد، کوئی ارادہ ہوتا ہے۔ بات کرتا ہے تو اُس کے پیچھے کوئی ارادہ ہوتا ہے۔ کام کرتا ہے تو کوئی ارادہ ہوتا ہے کہ اس سے یہ حاصل ہوگا۔ کام نہیں کرتا تو نہ کرنے کا بھی ایک ارادہ ہوتا ہے۔ اگر بندہ سوجاتا ہے تو سونے کا بھی ایک ارادہ کرتا ہے۔ ہر کام کے پیچھے ایک ارادہ ہوتا ہے۔ اُس ارادے کو نیت کہتے ہیں۔ نیت دل کا فعل ہے۔ دل میں ایک بات آتی ہے، اُس کی تکمیل کے لیے انسان ایک کردار ادا کرتا ہے۔ بولتا ہے، خطاب کرتا ہے، کام کرتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اعمال کا مدار اُس ارادے، اُس نیت پر ہے جو دل میں ہے۔ ظاہراً عمل کچھ بھی ہو اُس کا اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار اُس بات کا ہے کہ وہ عمل وہ کیوں کررہا ہے، اس کی نیت کیا ہے۔ بظاہر تو آدمی عبادت کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، تسبیحات پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے۔ اب اگر اُس کی نیت یہ ہے کہ ایسا فعل کرنے سے لوگ میری نیکی کے قائل ہوجائیں گے تو لوگ نیکی کے قائل ہوجائیں گے لیکن اللہ کے نزدیک اُس کا کوئی اجر نہیں ہوگا۔ کیوں؟ جس غرض کے لیے کیا تھا وہ غرض پوری ہوگئی۔ ایک آدمی ارادہ کرتا ہے، فرض کا نماز کا وقت ہوگیا، نماز ادا کرنی ہے۔ اس میں مختلف ارادے ہیں۔ ایک ارادہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے، مجھے بجالانا ہے تو نماز ہوگی۔ ایک ارادہ یہ بھی ہے کہ نماز کا وقت ہے، لوگ کیا کہیں گے تو چلو پڑھ لیتے ہیں۔ یہ بھی ارادہ ہے تو اُس میں نماز تو نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہہ دیا کہ اُس نے نماز پڑھی ہے، وہی وہ چاہتا تھا پورا ہوگیا۔ اُس کا کوئی ادلہ بدلہ، ثواب وغیرہ کوئی نہیں۔ غرض اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، ارادے پر ہے کہ آپ ارادہ کیا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی آگے وضاحت فرمادی۔ فرمایا: جیسے لوگوں نے ہجرت کی۔ اب ہجرت بہت بڑی قربانی تھی۔ گھر بار چھوڑ دیئے۔ مال ومنال چھوڑ دیئے، اعزہ واقارب چھوڑ دیئے، مسافر ہوکر، تہی دست ہوکر، خالی ہاتھ ایک انجانے سفر پہ روانہ ہوگئے۔ وہاں کیا

ہوگا، کہاں رہیں گے، کیا کھائیں گے، گزارا کیسے ہوگا؟ کچھ پتا نہیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ فرمایا، لیکن ہجرت میں بھی نیت ہے۔ اگر کسی نے یہ ارادہ کیا کہ میں اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کررہا ہوں۔ دارالکفر سے نکل جاؤں۔ اللہ کی بندگی کرلوں، عبادت کرلوں، یا کرسکوں گا، کوئی روکے نہیں۔ حلال کماسکوں، نیک لوگوں میں، نیک معاشرے میں رہ سکوں کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو۔ اُس کی ہجرت اللہ کے لیے ہے۔ اُس کا بہت بڑا اجر ہے۔ لیکن انسان ہے، یہ دو قوتیں اِس میں بہت غالب ہیں۔ ایک غضبیہ اور ایک شہوانیہ۔ غضبیہ جب اِسے غصہ آجائے تو یہ کچھ نہیں دیکھتا، کچھ بھی کرگزرتا ہے۔ شہوانیہ میں دو شعبے ہیں۔ شہوانیہ ہوتی ہے کسی چیز کو حاصل کرنے کا لالچ کہ یہ پالوں، وہ لے لوں۔ اب اگر ہجرت تو کررہا ہے لیکن اُس کی قوتِ شہوانیہ اُس پہ غالب آگئی۔ اُس کا ارادہ یہ ہے کہ میں ہجرت کروں گا، نئے دیس جاؤں گا، لوگ میری بڑی عزت کریں گے۔ لوگ میری بڑی مدد کریں گے، میرے پاس مال جمع ہوجائے گا۔ وہاں جا کر تجارت کرلوں گا، وہاں زیادہ پیسہ کمالوں گا اور آسودہ حال ہوجاؤں گا۔ ایک نیک خاتون گھر آجائے گی، خوبصورت بیوی مل جائے گی اور میں بڑا خوشحال ہوجاؤں گا۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ ہے کہ مجھے دنیا مل جائے گی تو فرمایا، جب ہجرت کرے گا تو واقعی اللہ کریم ایسے اسباب کریں گے کہ اُسے دنیا مل جائے گی لیکن اللہ کے نزدیک اُس کا اجر کوئی نہیں ہوگا۔ اُس نے جس کام کے لیے کیا، وہ کام اُس کا ہوگیا۔ عربوں میں ایک رواج تھا کہ اپنی نسل اور عصبیت کی حفاظت کرتے تھے اور غیر عرب کو رشتہ نہیں دیتے تھے۔ جب اسلام آیا، یہ عصبیت ختم ہوئی تو پھر رشتے اسلام کی بنیاد پر ہونے لگے۔ عرب، عجم اُٹھ گیا۔ مسلمانوں میں رشتے ہونے لگے تو غیر عربوں میں بھی عربوں کے رشتے آئے۔ لوگوں کو بڑا یہ شوق ہوتا تھا کہ عرب خاتون سے میری شادی ہوجائے گی۔ تو فرمایا، اگر کوئی اس غرض سے کرے گا تو اللہ اسباب پیدا کریں گے، اُس کی شادی ہوجائے گی، اُس کا کام ہوگیا لیکن اس کا ثواب کوئی نہیں ہوگا۔

جو وطن چھوڑنے کی ہجرت تھی وہ تو فتح مکہ تک تھی اور حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی۔ مکہ مکرمہ بھی دارالاسلام بن گیا۔ چونکہ ہجرت ہوتی ہے دارالکفر سے دارالاسلام جانا، فتح ہوکر مکہ بھی دارالاسلام بن گیا۔ لیکن ایک ہجرت قیامت تک باقی ہے اور وہ ہجرت ہے کردار کی۔ گناہ سے، بُرے عقیدے سے، غلط عقیدے سے، غلط کردار سے، غلط اعمال سے، توبہ کرکے، رجوع کرکے، نیکی کی طرف جانا۔ یہ ہجرت قیامت تک جاری ہے۔ یہ بھی ہجرت ہے۔

اگر کوئی توبہ کرکے، رجوع الی اللہ کرکے، اپنی زندگی کو بدل لیتا ہے تو یہ بھی ہجرت ہے۔ اُس نے ایک وطن چھوڑا، دوسرے گھر میں آگیا لیکن یہاں بھی بات نیت کی ہے۔ اُس نے نیک کہلانے کے لیے چھوڑا۔ شیخ یا پیر بننے کے لیے چھوڑا، مریدوں سے مال حاصل کرنے اور ہاتھ پاؤں پر بوسے دلوانے کے لیے چھوڑا؟ غرض کیا تھی، مقصد کیا تھا، چاہتا کیا تھا؟ ثواب یا اجر اس نیت پر ملے گا۔ اگر اُس نے خالص اللہ کی رضا کے لیے چھوڑا پھر تو اللہ اُسے اجر دیں گے اور جب اللہ دیں گے تو اپنی شان کے مطابق دیں گے۔ گداگر مانگتا ہے، اپنی حیثیت کے مطابق مانگتا ہے، کہتا ہے بابا پیسہ دو، پیسے دے دو۔ دینے والا شاید اُسے روپیہ، دو روپے دے دے، کوئی دس روپے دے دے، کوئی سو روپے دے دے۔ دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق دیتا ہے کہ میرے لیے تو یہ سو روپیہ بھی پیسے کے برابر ہے لہٰذا وہ اپنی حیثیت کہ مطابق دے دیتا ہے۔ بندوں میں اگر اتنی تمیز ہے تو وہ ربّ العالمین ہے، اگر کوئی خالص اُس کی رضا کے لیے کرتا ہے تو جب وہ دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے۔ بندے تو کبھی بھول بھی جائیں۔ وہ ہمیشہ جب دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے اور بے حساب، بے پناہ دیتا ہے، بندہ گن نہیں سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے اور بہت بڑا اور اہم سوال ہے کہ یہ نیت دل کی انتہائی گہرائی میں ہوتی ہے۔ اندر سے ایک آواز اُٹھتی ہے کہ مجھے یہ چاہیے۔ اس کی اصلاح کیسے ہو؟ علمائے حق کا ارشاد ہے اور بجا ارشاد ہے، درست ارشاد ہے۔ الحمدللہ! کہ دین پر عمل کرنے سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ ارادوں کو بھی، نیتوں کو بھی درست کردیتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک تو یہ مصیبت ہے، ہمیں ساری عمر ثواب، ثواب بتایا جاتا ہے۔ یہ کوئی نہیں بتاتا کہ ثواب ہے کیا؟ کوئی کھانے کی چیز ہے، کوئی پہننے کی چیز ہے، کوئی ٹھوس ہے، مائع ہے، کیا ہے ثواب؟ ثواب سے مراد

ہوتی ہے اجرت یا بدلہ۔ کافروں کو ان کے کفر اور برائیوں کے بدلے میں جو بدلہ ملے گا، قرآنِ کریم نے اُسے بھی ثواب کہا ہے، وہ بھی بدلہ ہے، ارشاد ہے: هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (المطففین:36) کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا جو وہ کرتے تھے اُسی کا نتیجہ بھگتیں گے۔ تو اُس سزا کو بھی ثواب کہہ دیا۔ ثواب وہ اجر ہے جو کسی کو نیک عمل کرنے پر دیا جائے۔ جو اللہ کریم دیتے ہیں۔ ایک تو ہمارا ایمان ہے، الحمدللہ! کہ آخرت کے انعامات ملیں گے۔ وہ بھی درست ہو گیا لیکن ہمارے ہاں ایک غلط العام ہے کہ عبادت ادھاری مزدوری ہے، اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ یہ بڑی غلط بات ہے، بالکل غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، جس کا مفہوم ہے کہ مزدور کو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کر دو۔ اللہ کا حکم ہے تب حضور ﷺ کا ارشاد ہے یعنی مزدور جب کام ختم کرے تو دیر نہ کرو، فوراً اُس کا اجر، اُس کا بدلہ اُس کی مزدوری ادا کر دو۔ مخلوق کو فرماتا ہے فوراً ادا کر دو، خود ادھار کرتا ہے؟ نہیں! ہر عمل کا نقد اجر ملتا ہے۔ فوراً کیا ملتا ہے؟ قرآن نے ہر نیکی کے لیے صلوٰۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ صلوٰۃ جامع ہے ہر نیکی کو۔ نماز بھی صلوٰۃ ہے، روزہ بھی صلوٰۃ ہے، حج بھی صلوٰۃ ہے، زکوٰۃ بھی صلوٰۃ ہے، صدقہ بھی صلوٰۃ ہے۔ خیرات بھی صلوٰۃ ہے آپ کوئی نیک عمل کرتے ہیں وہ بھی صلوٰۃ میں آجاتا ہے، آپ کوئی تسبیح پڑھتے ہیں وہ بھی صلوٰۃ میں آجاتی ہے۔ ہر نیکی صلوٰۃ میں ہے اِنَّ لگا کر۔ اِنَّ ماضی کے ساتھ لگتا ہے تاکید کے لیے کہ یقیناً یہ بات پکی ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ --- یقیناً نیکی، اور تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45) عبادت برائی اور بے حیائی سے روک دیتی ہے۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شدید ہوتا ہے جسے برائی کہتے ہیں جو کرنے والا بھی مان رہا ہے کہ یہ برائی ہے اور دیکھنے والا بھی کہہ رہا ہے، برائی ہے۔ مومن بھی کہہ رہا ہے برائی ہے کافر بھی کہتا ہے، جیسے چوری کرنا، جھوٹ بولنا، قتل کرنا، بدکاری کرنا ہر کوئی کہتا ہے، برائی ہے۔

ایک ہوتا ہے جسے برائی تو نہیں کہتے لیکن کہتے ہیں، بے حیائی ہے، اسے Publicly نہیں کرنا چاہیے لوگوں میں نہیں کرنا چاہیے، یہ بات جو آپ نے کی، آپس کی بات تھی، لوگوں میں کریں، آپ سڑک پر کھڑے ہو کے کھانا کھا رہے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ یا لوگوں میں کھڑا ہو کے آپ نے پلو الٹ دیا یہ مناسب نہیں ہے۔ اسے بے حیائی کہیں گے۔ یعنی چھوٹا گناہ یا بڑا گناہ سب اس میں شامل ہیں۔ عبادات اور نیک اعمال کا ثواب یہ ہے کہ بندے کا ارادہ، اندر درست ہوتا ہے تب وہ گناہ چھوڑتا ہے۔ گناہ چھوٹ جاتے ہیں۔ چھوٹے بڑے، بے حیائی، برائی، دونوں طرح کے گناہ چھوٹ جاتے ہیں نیکی کرنے سے۔ نیکی کا ثواب یہ ہے۔ جو روز ہمیں بتایا جاتا ہے ناں ثواب ثواب! وہ ثواب یہ ہے۔ دیکھیں کہ میں نماز پڑھ کر نکلا ہوں تو میرا دل اب کسی کو گالی دینے کو تو نہیں چاہتا؟ چوری کرنے کو تو نہیں چاہتا؟ جہاں ڈیوٹی کر رہا ہوں کام چوری کرنے کو نہیں چاہتا؟ دیانت، امانت کی تاکید ہو جائے تو یہ طریقہ ہے نیت کو سنوارنے کا کہ اعمال سنت کے مطابق ڈھالے جائیں، اتباعِ پیغمبر ﷺ اختیار کیا جائے۔ اُس کے نتیجے میں ثواب کے طور پر نیت درست ہو، نیت سدھرے تو آئندہ کردار سدھرتا جائے۔ یہ طریقہ ہے علمائے ظواہر کا، اہلِ علم کا۔

علمائے باطن، صاحبِ حال لوگ، خود رسول اللہ ﷺ کی سنت اِس سے مختلف ہے۔ نبیؐ کے سامنے کوئی ایمان قبول کرتا تو اُس کا دل نور سے بھر جاتا۔ بندہ ساری عمر مجاہدہ کرے، نیکی کرے، عبادت کرے تلاوت کرے، چلّہ کشی کرے تو ولی ہوتا ہے۔ ساری دنیا ولی ہو جائے تو ایک تابعی کو نہیں پہنچ سکتی۔ اُس کی جوتی کی خاک کے برابر نہیں ہے۔ تبع تابعین سے تابعین کا درجہ بلند ہے، تابعین سے صحابہؓ کا درجہ بہت بلند ہے۔ یعنی ولایت کے درمیان دو درجے، تبع تابعین اور تابعین ہیں، تب جا کر صحابہؓ کا درجہ شروع ہوتا ہے۔ جہاں صحابیت کی انتہا ہے وہاں سے نبوت کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ صحابیؓ سے اوپر نبیؐ ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال یہ ہوتا ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے کوئی ایمان لاتا ہے یا مومن نبی ﷺ کے سامنے آتا ہے، مومن کی نگاہ نبی ﷺ کے وجودِ عالی پہ پڑی یا نبی کریم ﷺ کی نگاہ مومن پہ پڑ گئی، اُس ایک نگاہ میں وہ سارے منازل طے کرتا ہوا صحابیؓ ہو جاتا ہے۔ ایک نظر میں صحابیؓ ہو جاتا ہے۔ جب اُسے یہ منصب نصیب ہوتا ہے تو دل نور سے بھر جاتا ہے، ارادے پاک ہو جاتے ہیں، نیت

درست ہوجاتی ہے۔ سب کچھ سنور جاتا ہے۔ صوفیاء کیا کرتے ہیں؟ تصوف کیا ہے؟ ایک ہیں ارشاداتِ رسول اللہ ﷺ، یہ قرآن اور حدیث۔ دوسری ہیں برکاتِ رسول اللہ ﷺ۔ قرآن وحدیث کے ارشاد میں کیفیت کیا ہے۔ صوفیاء قرآن وحدیث بھی لیتے ہیں، کیفیات بھی لیتے ہیں۔ اسی لیے جب آپ کسی صوفی کی بارگاہ میں جاتے ہیں تو وہ قلب سے ذکر شروع کراتا ہے۔ وہ سیدھا انوارات جو اُس کے قلب میں آرہے ہیں بارگاہِ رسالت ﷺ سے یا مشائخ عظام سے، وہ انوارات آپ کے دل میں القا کر کے ذکر شروع کراتا ہے۔ صوفی شروع ہی اصلاحِ نیت سے کرتے ہیں۔ اس بات کی دلیل کہ مجھے شیخ سے فائدہ ہورہا ہے، دلیل یہ ہے کہ نیت درست ہونا شروع ہو۔ جب نیت درست ہوتی ہے تو کردار درست ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ فرق ہے علومِ ظاہر اور علومِ باطنی کا۔ علماء کا اور اولیاء اللہ، صوفیاء کا۔ اہل اللہ کی مجلس میں آپ کہیں جائیں تو وہ بنیاد دل سے رکھتے ہیں۔ دل میں ایک لطیفہ رَبانی ہے جسے قلب کہتے ہیں۔ یہ عالمِ امر سے ہے۔ قلب میں نور آتا ہے، جب یہ منور ہوتا ہے تو یہ ''روح'' کو منور کرتا ہے۔ روح اگر روشن ہوجائے، اُس میں انوارات آجائیں تو وہ بہت گہرائی میں لے جاتی ہے۔ اُسے کہتے ہیں ''سری''، بھید، راز، خفیہ باتیں، تنہائی کی باتیں۔ محبوب ہو، اللہ کریم ہوں اور آپ ہوں، رسول اللہ ﷺ ہوں اور آپ ہوں، کوئی تیسرا نہ ہو۔ ''سِرّی'' میں باتیں چلی جاتی ہیں۔ اندر کی باتیں ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ وہ بھی روشن ہوجائے تو اگلے لطیفے کو خفی کہتے ہیں۔ وہ ''سری'' سے بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے کوئی باہر کھڑا صحن میں، آپس میں سرگوشی کر رہا تھا لیکن یہاں نہیں۔ اب وہ کمرے میں چلا جائے اور Safe ہوجائے، وہ خفی ہوگیا۔ اب وہ کسی کو نظر بھی نہیں آرہا، بات بھی چل رہی ہے۔ یہ بھی روشن ہوجائے تو پھر بات اخفیٰ پہ چلی جاتی ہے۔ آپ ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں۔ طالب ہوتا ہے، اللہ کے حبیب ﷺ کے انوارات ہوتے ہیں۔ وہ اُن میں ڈوبتا اُبھرتا رہتا ہے۔ یہ اخفیٰ سب سے پوشیدہ سب سے راز کی بات۔ اللہ اسے بھی منور کردے تو پھر جا کر نفس روشن ہوتا ہے۔ یہ اتنا سخت جان ہے کہ پانچ لطائف کے بعد جا کر اس پہ اثر ہوتا ہے اور نفس روشن ہوجائے تو وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہوجاتا ہے۔ سلطان الاذکار بن جاتا ہے۔ ہر باڈی سیل (Body Cell)، دس کھرب سیل ہیں ایک وجود میں اور ہر سیل کے آگے اجزا ہیں، وہ بھی مرکب ہے، مختلف اجزا سے بنا ہے۔ صرف سیل ہی نہیں، ہر سیل کا ہر جزو، ذاکر ہوجاتا ہے۔ ایک وجود سے ایک لمحے میں، کئی کھرب بار اللہ کا نام اٹھتا ہے۔ یہ سارا کچھ نیت کو درست کردیتا ہے۔ لیکن خدانخواستہ، خدا نہ کرے کہیں شہوت میں آکر، لالچ دنیا کا یا کوئی مال دیکھ کر نیت بدل جائے، پھر بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اتنی عظیم عمارت دھڑام سے نیچے آگئی۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے۔ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ ۚ (الفتح: 10) جس نے توڑا بیعت کرنے کے بعد، ارادہ کرنے کے بعد، نیت درست کرنے کے بعد جس نے توڑا، اُس نے خود کو تباہ کرلیا۔ اپنا آپ توڑ لیا۔ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ کچھ نہ بچا اُس کا۔ اُس کے پلے کچھ نہ رہا۔ چونکہ دارِ ابتلاء ہے، تادمِ واپسیں آخری سانس تک امتحان باقی رہتا ہے، نیت بدلنے کا جو حادثہ ہے کسی بھی وقت ہوسکتا ہے۔ سو میرے بھائی! ہر آن اِس کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ اللہ کریم حفاظت کرنے والے ہیں۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے دیکھا کہ زمین وآسمان روشن ہوگئے ہیں اور نور سے بھر گئے۔ کچھ نظر نہیں آتا سوائے نور کے اور آواز آئی عبدالقادر تُو اب میری بارگاہ میں پہنچ گیا اور تُو نے تمام منازل طے کرلیے۔ اب تجھے کسی عبادت کی بھی ضرورت نہیں، تُو نے جہاں پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے فوراً لاحول پڑھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، استغفر اللہ اور کہا، نبی کریم ﷺ عبادت فرماتے رہے، صحابہؓ عبادت فرماتے رہے، مجھے ضرورت ہی نہیں رہی؟ یہ شیطان کی بات ہے۔ لاحول پڑھا تو وہ روشنی تاریکی میں اور دھویں میں بدل گئی اور بھاگتے ہوئے شیطان نے کہا کہ عبدالقادر! تجھے تیرے علم نے بچالیا۔ اُنہوں نے فرمایا بکواس کرتا ہے، مجھے میرے رب نے بچایا۔ کہنے لگا آج تُو یہاں بھی بچ گیا، میں نے تو اس طرح بڑے لوگوں کو گمراہ کیا ہے کہ انہیں اپنے علم پر غرور میں ڈال دیا۔ نیت علم کی طرف چلی گئی کہ مجھے میرے علم نے بچایا تو اللہ تو درمیان سے نکل گئے۔ یہ نیت کا معاملہ، اتنا نازک ہے۔

ابھی، اگلے دن سوال تھا المرشد میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ کریم نظر آتے ہیں، مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ میں نے تو یہی جواب دیا ہے کہ جب یہ مشاہدہ ہو تو لاحول پڑھ کے دیکھو۔ بڑی اچھی دوا ہے، ان شاء اللہ اصلاح ہو جائے گی۔

اب اس نیت کے اصلاح کے دو پہلو میں نے عرض کر دیئے۔ علمائے ظواہر اعمال بتاتے ہیں۔ بندہ اعمال اختیار کرتا ہے، اُن کا ثواب ملتا ہے، اُس سے نیت درست ہوتی ہے۔ نیت سے کاروبارِ جہاں سنورتا ہے۔ اصلاحِ احوال ہوتی ہے۔

اہل اللہ دل پہ نگاہ کرتے ہیں، برکاتِ رسول اللہ ﷺ دل پروارد ہو کر، اصلاح، نگاہِ اطہر صحابہؓ کے قلوب میں اتر جاتی تھی۔ کہا تھا من سی پارہ دل می فروشم بکنتا قیمتش، گفتم نگاہے۔ اُس نے کہا میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں۔ اُس نے پوچھا، قیمت کیا لوگے؟ ایک نظر میں بیچ دوں گا۔ اِک نگاہِ قیمت۔ بکنتا کم ترش۔ اُس نے کہا کچھ کم کرو، منہ مانگی قیمت کون دیتا ہے؟ بکنتا کم ترش گفتم کہ گاہے، اُس نے کہا کچھ کم، میں نے کہا زندگی میں ایک نگاہ سہی۔ جس کو زندگی میں اِک نگاہ رسول اللہ ﷺ کی نصیب ہوگئی وہ صحابیؓ بن گیا۔ جنہوں نے اُس بارگاہ میں عمریں بسر کیں یہ اُن کا نصیب وہ کہاں پہنچے! اللہ کو وہ کتنے عزیز ہیں، اُنہیں کتنی برکات نصیب ہوئیں اور جو ثور میں ساتھ رہے اُن کا اپنا مقام ہے۔ کس کس کو کتنی رفاقت نصیب ہوئی۔ جو خانۂ اطہر پہ ازواجِ نبی ﷺ بن کر اتریں، اُن کا مقام کیا ہے۔ جو خانوادۂ نبی ﷺ پہ اولادِ نبوی پلی، حسنین کریمینؓ اور اولادِ نبوی ﷺ، وہ سیّد ہیں، انسانوں کے سردار ہیں، بنی آدم کے سردار ہیں۔ جیسی جیسی کسی کی نسبتیں ہیں ویسے ویسے اُس کے مقامات و مدارج ہیں۔ ہم لوگ بہت نیچے کھڑے ہیں۔ زمین پہ کھڑا ہوا آدمی ہمالیہ کی چوٹیوں کی کیا بات کرے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے! شاید یہ فاصلہ تو ناپا جاسکے۔ ہم میں اور صحابہ کرامؓ میں، اہلِ بیتِ رسول ﷺ میں، ازواجِ مطہراتؓ میں، جو فاصلے ہیں وہ ہم ماپ نہیں سکتے۔ ہم بہت نیچے ہیں۔ وہ بہت اوپر ہیں۔ تو نیت دل کا ارادہ ہے۔

ایک سوال اور آگیا ضمناً، آج کل بہت پوچھا جاتا ہے۔ بعض لوگ ایمان نہیں لاتے، مسلمان نہیں ہیں۔ اللہ کو ایسا نہیں مانتے جیسا ماننا چاہیے، جیسا محمد رسول اللہ ﷺ منواتے ہیں۔ آخرت کو نہیں مانتے۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے قائل نہیں ہیں۔ عظیم انسان مانتے ہیں، بہت بڑا انقلابی لیڈر مانتے ہیں، بہت بڑی تبدیلی لانے والی ہستی مانتے ہیں، رسول نہیں مانتے۔ وہ بھی نیک کام کرتے ہیں، ہسپتال بنادیتے ہیں۔ ہمارے لاہور میں بڑا ہسپتال آج بھی ہے سرگنگارام ہسپتال، گلاب دیوی ہسپتال، ایک ہندو عورت گلاب دیوی کے نام سے منسوب ہے۔ گلاب دیوی ہسپتال آج بھی لوگوں کی خدمت کر رہا ہے۔ کنوئیں تالاب بنادیتے ہیں، سڑکیں بنادیتے ہیں، ادارے بنادیتے ہیں، سکول بنادیتے ہیں۔ غریبوں کی مدد کر دیتے ہیں، بہت سے کام کر جاتے ہیں۔ اللہ کریم نیکی ضائع نہیں کرتے لیکن جس بندے کا آخرت پر، اللہ پر، دین پر ایمان نہیں ہے وہ آخرت کی نیت اور ارادہ تو نہیں کرے گا۔ وہ آخرت کو مانتا نہیں، اُس کا ارادہ کسی دنیوی فائدہ کا ہوتا ہے۔ شہرت کا ہوتا ہے، نیک نامی کا ہوتا ہے یا بدلے میں کچھ ملنے کا ہوتا ہے، یا ہوتا ہے کہ یہ ہسپتال بنادوں مجھ سے یہ مصیبتیں ٹل جائیں گی یا یہ بیماری۔ کوئی نہ کوئی ارادہ دنیا کا ہی ہوتا ہے، لہٰذا اللہ کریم اُس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں اُسے دے دیتے ہیں۔ اُس کا آخرت کا ارادہ ہی نہیں ہوتا لہٰذا کافر کے لیے آخرت میں کوئی اجر نہیں ہوگا۔ یہ بڑی واضح بات ہے۔ انفرادی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی کا نام لے کر کہا جائے، نہیں۔ بات اجتماعی ہوتی ہے۔ آخرت مومن کے لیے ہے اور شرط یہ ہے کہ اُس کی بھی نیت جب کام کرتا ہے، جب بھلائی کرتا ہے تو نیت آخرت کی ہو۔ مومن پر بھی یہ شرط ہے کہ نیکی کرے اور نیت آخرت کی ہو تب اجر ملے گا۔ اُس میں بہت سی چیزیں سجی ہوتی ہیں۔ ایک بندہ جاتا ہے وہ سو روپے دیتا ہے کہ مجھے سو روپے کی چینی دے دو۔ دکاندار سو روپے کی چینی تول کر دے دیتا ہے۔ اب وہ کیا مطالبہ کرے گا کہ میں نے تو پیسے دیے تھے، آپ کے پاس تو گڑ بھی پڑا ہے، کماد بھی پڑا ہے، بوٹ بھی پڑے ہیں، دالیں بھی پڑی ہیں یہ ساری مجھے دے دو۔ سب تو نہیں ملے گا ناں؟ آپ نے جو پیسے دیئے اُن کا بدلہ مل گیا۔ اللہ کے خزانے تو بھرے ہوئے ہیں لیکن بندے نے جس نیت سے عمل کیا، اُس چیز کے لیے اُس نے رقم دی، اُس نے چینی کا ارادہ کیا، نیت چینی کی

تھی، چینی مل گئی۔ دنیا کے لیے عمل کیا، دنیا مل گئی۔ بات ختم ہوگئی۔ آگے تو حساب صاف ہوگیا۔ ہم نماز کے لیے بھی نیت کرتے ہیں وضو کے لیے بھی نیت کرتے ہیں۔ وضو کے لیے نیت شرط نہیں ہے لیکن کرتے ہیں، ارادہ ہوتا ہے چلو وضو کرلیں لیکن شرط نہیں ہے۔ ویسے بھی کوئی غسل کرے تو وضو ہوجاتا ہے۔ غسل کرے، غرارے کرے، ناک میں پانی ڈالے۔ سارے جسم پہ پانی بہالے وضو ساتھ ہوجاتا ہے، پاؤں بھی دھولے وضو ہوجاتا ہے۔ اب ارادہ تو نہیں تھا، نیت تو نہیں کی وضو کی، وضو ہوگیا تو اُس کی نماز درست ہے۔ نماز ہوجاتی ہے۔ نماز کے لیے نیت کرنا پڑتی ہے۔ تو ہم نے دیکھا عرب عربی میں نیت کرتے ہیں، پٹھان پشتو میں کرتا ہے انگریز، انگریزی میں کرتا ہے اُردو والا اُردو میں کرتا ہے پنجابی والا پنجابی میں کرتا ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ نیت تو نماز کا حصہ نہیں ہے۔ زبانی کہنا نیت نہیں ہے۔ نیت تو ارادہ ہے جو آپ کے دل کے اندر ہے۔ یہ زبانی جو ہم کہتے ہیں، چار رکعت، دو رکعت فرض جمعہ، یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ حضور ﷺ جب بھی نماز ادا فرماتے "اللہ اکبر" سے شروع فرماتے۔ ہم یہ اس لیے کہتے ہیں کہ ہمارے دل، ہمارے قابو میں نہیں ہیں۔ ہمیں پتا ہی نہیں ہوتا، دل کہاں ہیں۔ ہم زبانی دہراتے ہیں تو کچھ تاکید ہوجاتی ہے کہ دو رکعتیں پڑھنی ہیں یا چار پڑھنی ہیں۔ ہم زبانی نہ کہیں تو شاید ہمیں پتا ہی نہ ہو کہ پڑھی کتنی ہیں اور پڑھنی کتنی تھیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے اس لیے اس کا جواز ہے۔ جائز ہے کہ نماز نیت کرنے سے پہلے سوچ لے میں چار پڑھ رہا ہوں۔ فرض پڑھ رہا ہوں۔ زبانی کہہ لے تو تاکید ہوجاتی ہے چونکہ ہمارے دل غافل ہیں۔ ہم زبانی نہ دہرائیں، ایسے ہی اللہ اکبر کہہ کر شروع کردیں تو پتا ہی نہیں، ہم پڑھیں کیا اور کتنی رکعتیں پڑھیں۔ ہم زبانی کہتے ہیں تو بھول جاتے ہیں، دو پڑھی ہیں یا چار یا تین پڑھی ہیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے تو یہ جائز ہے۔ ضروری نہیں ہے۔ ہاں! بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بندے نے پڑھنا تو جمعہ ہے، کہتا ہے چار رکعت نماز عصر۔ اُس کا کوئی اعتبار نہیں، دل میں جمعہ پڑھنے کی نیت تھی، جمعہ ہوجائے گا۔ زبانی غلط بھی نکل گیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زبان کا اعتبار نہیں، قلبی ارادے کا نام نیت ہے۔ دل میں یہ نیت تھی کہ یہ پڑھنا ہے تو وہ اُس کے مطابق ادا ہوجائے گی۔ تو اب میرے بھائی سارا معاملہ آکر قلبی ارادے پہ اٹک گیا۔ جو کام بھی ہم کرتے ہیں اُس میں مقصد، غرض کیا ہے، اُس سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یاد رکھیں اگر نیت رضائے باری کی ہو تو رضائے باری بھی ملتی ہے اور دنیا تو ساتھ ملتی ہی ہے۔ ایک بندہ تجارت کرتا ہے، نیت یہ ہے کہ مجھ سے اللہ راضی ہو۔ حلال روزی کا ذریعہ اختیار کررہا ہوں۔ حلال سے بچوں کو پالوں گا، حرام سے بچوں گا تو منافع تو ویسے بھی ملنا ہے، ساتھ اُس کی عبادت شمار ہوگئی، ساتھ نیکی بھی مل گئی، منافع بھی مل گیا۔

ایک کا ارادہ ہی یہ ہے، یہ کروں گا بہت منافع ہوگا تو منافع ہی ملے گا پھر ثواب نہیں ہوگا۔ یعنی نیت کا یہ بہت بڑا فرق ہے جسے سمجھنا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ جو بھی بات کرنے لگیں، جو بھی کام کرنے لگیں تھوڑا سا دل کی طرف دھیان کرلیں کہ میرا اس میں ارادہ کیا ہے۔ ارادہ بدلا جاسکتا ہے۔ اُسے سنوارا جاسکتا ہے۔ خوبصورت بنایا جاسکتا ہے، اچھا کیا جاسکتا ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے ارادہ رضائے باری کا ہو، اتباعِ رسالت پناہی ﷺ کا ہو، سنت پہ عمل کرنے کا ہو تو ہر عمل جو ہے، وہ بے پناہ اجر کا حامل بن جاتا ہے۔ سو اس کتاب کی بنیاد ہی اس پہلی حدیثِ مبارک پہ رکھی گئی جس سے آگے سارے کردار واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ میں اُمید رکھتا ہوں آپ نے توجہ فرمائی ہوگی۔ ضرور غور کیجیے اور کوشش کیجیے کہ نیت اللہ کے لیے، اللہ کی رضا کے لیے، حضور ﷺ کے اتباع کے لیے خالص رہے۔

میرے بھائی دنیا میں بہت ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں۔ بڑے واقعات ہماری پسند کے خلاف ہوتے ہیں۔ بہت سے واقعات میں ہم سمجھتے ہیں اس نے ہمارا نقصان کردیا۔ اس نے میری بے عزتی کردی۔ یہ سارے حادثات نیت کا امتحان ہوتے ہیں۔ ہم اُن میں الجھ کر قوت شہوانیہ سے مغلوب ہوجاتے ہیں، قوتِ غضبیہ کے زیرِ اثر آجاتے ہیں۔ اُن میں الجھ کر ہم نیت بھول جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اِس کو گولی ماردو، اِس کو قتل کردو، اِس کی ناک کاٹ دو، اس کے پیسے چھین لو۔ یہ درست نہیں ہے۔ کوئی بھی حادثہ ہو، بیماری ہو، ناگوار حالات ہوں تو اپنے دل کو دیکھیں۔ اگر آپ کی نیت درست ہے تو سب خیر ہے۔ جو

کچھ ہو رہا ہے باہر ہو رہا ہے۔ آپ کا گھر آباد ہے۔ باہر ساری خیر بھی ہو، نیت میں فتور ہو تو آپ کا گھر جل گیا۔ باہر خیر ہو تو کیا فائدہ؟ سارے شہر میں خیریت ہو، اپنے دل میں فتور آجائے، فلاں کا یہ نقصان کر دوں، فلاں کی ناک کاٹ دوں۔ فلاں میں میری شہرت ہو گی۔ فلاں کا یہ کر دوں تو آپ کا گھر جل گیا۔ شہر بستا رہے، آپ کو کیا۔

حادثات ہوں، نقصان ہو، کوئی بات ہو، دل پہ غور کریں۔ دل میں اللہ کی رضا کی طلب اگر باقی ہے تو آپ کا گھر سلامت ہے۔ باہر کے حالات سدھر جاتے ہیں۔ ہمیشہ بیماری نہیں رہتی، ہمیشہ صحت نہیں رہتی۔ ہر کام میں آپ کامیاب نہیں ہوتے۔ ہر کام میں آپ ناکام نہیں ہوتے۔ یہ اللہ کا ایک بنایا ہوا نظام ہے۔ کامیابی، ناکامی، محنت، مشقت، صحت، بیماری اور یہ چلتا رہتا ہے اور ہماری پسند وناپسند پہ نہیں ہے۔ اُس کے حکم کے تابع ہے۔ ہمیں اختیار اتنا دیا گیا ہے کہ ہم اپنا گھر صاف رکھیں۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے، سمجھ بھی دے، شعور بھی دے اور توفیقِ عمل بھی عطا فرمائے۔

نیت کا ایک شعبہ جو قرآنِ کریم نے یہاں بیان فرمایا ہے میں یہاں عرض کرتا چلوں۔ بہت بڑے جرائم ہیں دنیا میں، بہت سے گناہ ہیں لیکن اگر کوئی تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف میدان میں آجائے۔ ارادہ یہ ہو کہ حضور ﷺ سامنے آئیں تو شہید کر دوں، صحابہؓ کو شہید کر دوں، اسلام کا نام مٹا دوں تو اس سے بڑے کسی گناہ کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ بدر میں آئے اسی ارادے سے آئے بلکہ سب کا بنیادی ارادہ یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب تک شہید نہیں کیا جاتا یہ جھگڑا ختم نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کو شہید کیا جائے، صحابہؓ کا نام مٹایا جائے۔ اللہ کی طرف سے اُنہیں شکست ہوئی۔ تین سو تیرہ کامیاب ہوئے ہزار کا لشکر جرار ہار گیا، قیدی ہو گئے بہت سے لوگ۔ بڑے بڑے نامور پہلوان اور شہسوار کافروں کے قیدی ہو گئے تو ارشاد باری ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانفال: 70) اللہ کے کرم کو دیکھو۔ فرماتے ہیں، میرے نبی ﷺ یہ جو قیدی ہوئے ہیں، جو اسلام کو مٹانے نکلے تھے، انہوں نے بہت بڑا جرم کیا لیکن انہیں بتا دیجئے اصل جرم تمہارا وہ ارادہ ہے جو تمہارے دل میں تھا۔ یہ تلوار چلانا بھی جرم ہے، تم نے صحابہؓ کو شہید کیا، جرم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے صف آرا ہوئے جرم ہے، اسلام کو مٹانے کو دوڑے جرم ہے لیکن اصل جرم کی بنیاد تمہارے دل میں ہے، نیت میں جو فتور تھا: اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا ---اگر تمہارے دل میں بھلائی ہوتی: یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا ---اللہ تمہارے ساتھ بھلائی کرتے مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ --- تمہیں قید ہونا پڑا، آرام گیا، چین گیا، آبرو گئی اور فدیہ بھی دینا پڑا، مال بھی گیا۔ تمہارے بندے قتل ہوئے، تمہیں شکست ہوئی، تمہاری آبرو گئی تمہارا رعب اور دبدبہ گیا، تمہارا فلسفہ ناکام ہوا۔ تمہارا مالی نقصان بھی ہوا کہ تمہیں فدیہ بھی دینا پڑا۔ اس سب کا سبب وہ نیت تھی جو تم اسلام کو مٹانے نکلے تھے۔ فرمایا، جو تم نے تلوار چلائی، جو تم نے گھوڑوں پہ سواری کی، جو تم سفر کر کے مقابلے میں آئے یہ سارے تو مظاہر ہیں اُس کے، یہ اُس پر پھل لگے، اصل بنیاد، اگر تم بھی نیک سوچتے، اللہ تم سے بھی بہتری کرتا اور اگر تم بھی نیکی سوچتے، اس نیت کو بدل دیتے، بری نیت کو نکال کر پھینک دیتے: وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ --- اللہ تمہیں معاف کر دیتا، بخش دیتا۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانفال: 70) تم نہیں جانتے وہ کتنا بڑا بخشنے والا ہے، کتنا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ تمہارا گناہ بہت بڑا ہے اُس کی رحمت کے سامنے تو پرکاہ بھی نہیں، کچھ بھی نہیں۔ بہت بڑا گناہ ہے لیکن جب وہ بخشنے لگے تو اس کی کیا حیثیت ہے! قرآنِ کریم نے بھی نیت کا یہ اصول بتایا ہے اور پھر اُن میں سے جن کی نیت بدل گئی اُنہوں نے اسلام قبول کیا، شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئے۔ عظیم نعمتیں، اللہ نے انہیں برکاتِ نبوت عطا کر دیں۔ اُنہی بدر کے قیدیوں میں مسلمان ہوئے پھر اُنہیں شرفِ صحابیت نصیب ہوا۔ فرمایا: اللہ کی عطا تو بحرِ بیکراں ہے۔ تم تو اتنے بھی نہیں ہو جتنا وہ ناپید کنار سمندر ہے رحمت کا، لیکن نیت بدلو، اسے درست کرو۔ وہ دلوں کو جانتا ہے تمہارے دل میں بھلائی ہوتی تو تمہیں بھلائی پیش آتی، تمہیں اگر مصیبت پیش آئی ہے تو تمہارے دل میں برائی تھی۔ تو میرے بھائی! ہم بھی برائی سے، ناپسندیدہ چیزوں سے، ناگوار چیزوں سے بچنا چاہتے ہیں تو فرمایا، اس کی بنیاد تو اندر ہے۔ برائی کرنا چاہو گے تو برائی پیش آئے گی۔ نیکی کرنا چاہو گے تو نیکی پیش آئے گی۔

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال:

کیفیات، برکات اور انورات میں کیا فرق ہے؟

جواب:

کیفیات محسوس کی جاسکتی ہیں، بیان نہیں ہوتیں، لکھی پڑھی نہیں جاتیں۔ کیفیات کے لیے واضع نے کوئی لفظ وضع نہیں فرمایا کہ انہیں لکھا جائے یا پڑھا جائے، ہاں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ ایک آدمی کو آپ جتنا مرضی بھوک کے بارے پڑھاتے رہیں، بھوک کیا ہوتی ہے، بھوک کیوں لگتی ہے، بھوک سے کیا نفع ہے کیا نقصان ہے، پڑھاتے رہیں لیکن یہ ساری کتابیں پڑھانے کے بجائے اُسے ایک دن بھوکا رکھیں اُسے سمجھ آجائے گی کہ بھوک کیا ہے۔ ایک کیفیت ہے۔ جب کسی پہ وارد ہوتی ہے تو اُسے سمجھ آتی ہے۔ خوشی ایک کیفیت ہے۔ اب آپ خوشی کے بارے بتاتے رہیں، کتابیں پڑھاتے رہیں، نہیں، اُسے کوئی ایسی چیز دیں جس سے وہ خوش ہو، اُسے سمجھ آجائے گی خوشی کیا ہوتی ہے۔ غم، غصہ ایک کیفیت ہے۔ اب غم کے بارے بتاتے رہیں لیکن اُسے کوئی نقصان ہو جس کا اسے دکھ ہو تو اُسے پتا چل جائے گا غم کیا ہوتا ہے۔ ایک کیفیت ہے۔ کسی کو غصہ دلائیں تو اُسے غصہ کی سمجھ آجائے گی، ساری عمر کتابیں پڑھاتے رہیں تو اُسے سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ کیفیات نہ لکھی جاتی ہیں، نہ پڑھی جاتی ہیں۔ لکھنے والے ان کے اثرات لکھیں گے، فضائل نتائج لکھیں گے، کیفیت کیا ہے وہ نہیں لکھ سکتے۔ اگر بندے کے بات کرنے میں اتنا اثر ہے کہ کیفیت وارد ہو جاتی ہے، ایک جملہ کہتا ہے خوشی کی کیفیت وارد ہو جاتی ہے، ایک جملہ کہتا ہے غصہ آجاتا ہے تو کلامِ باری میں کتنی کیفیت ہوگی۔ یہ جو صحابہ کرامؓ ایک ایک، دو دو، چار چار ہوئے ہیں، یہ تو ایک اکائی سے شروع ہوا، نبی کریم ﷺ ایک تھے پھر ساتھ شامل ہوتے گئے، خواتین میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم، مردوں میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ تو مسلمان چار ہو گئے، تین بندے مل گئے حضور ﷺ کے ساتھ، ملتے گئے تو یہ جو ایک، دو، جو تین چار بندے تھے، پوری دنیا پہ کفر تھا اور یہ مشرکین مکہ تو سب سے سخت اور سب سے آگے بڑھے ہوئے تھے اور بات تلوار سے کرتے تھے تو یہ تین چار بندے کس طرح، پھر اور مسلمان ہوتے گئے حالانکہ اس ڈر اور خطرے کی وجہ سے تو نہیں ہونا چاہیے تھا، یہ تھیں کلامِ باری کی وہ کیفیات جو دنیا کے بڑے سے بڑے خطرے کے سامنے کھڑا کر دیتی تھیں۔ اب ہم سے صرف حرام کا لقمہ نہیں چھوٹتا یعنی ایک لقمے کے لیے بھی ہم کوئی دیر نہیں کرتے، حرام کھا لیتے ہیں، چند روپوں کی خاطر بک جاتے ہیں۔

ہمیں کیا پتا کیفیات کیا ہوتی ہیں۔ ہم نے تو یہ الفاظ سنے کہ کیفیات بھی ہوتی ہیں، کوئی ذرہ بھی جسے نصیب ہو جائے وہ اللہ کا اطاعت شعار بن جاتا ہے اور نافرمانی سے رک جاتا ہے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ سارا دن ہم برائیاں کرتے رہیں، ساری عمر برائیاں کرتے رہو، مر جاؤ تو اس کے لیے قرآن پڑھا دو تو قرآن زندگی میں پڑھ کر عمل کرنے کے لیے تھا یا مرنے کے بعد پڑھنے کے لیے تھا۔ ہمارا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ زندگی ساری قرآن کے خلاف گزارو جب مر جاؤ تو قرآن ختم کرلو۔ ہمیں کیا پتا کیفیات کیا ہوتی ہیں؟ کیفیت ایک حال ہوتا ہے جو بندے پہ وارد ہوتا ہے اور اگر یہ کیفیات نصیب ہو جائیں احکام الٰہی کے ساتھ، کلام الٰہی کے ساتھ، کلامِ نبوی ﷺ کے ساتھ، حدیث پاک کے

ساتھ، ایک عام آدمی کے کلام میں اگر اثر ہے تو خاتم النبیین ﷺ کے کلام میں کتنا اثر ہوگا کتنی کیفیات ہوں گی۔ معاملہ یکطرفہ نہیں چلتا۔ سارا سال بارش برستی رہے تو بھی چٹانوں پر کچھ نہیں اُگتا، جس دل میں اللہ قبولیت کی استعداد دیتے ہیں اور اسے دیتے ہیں جس میں خلوص کے ساتھ طلب ہو وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ: 13)۔۔۔ جہاں انابت ہو وہاں وہ طلب دیتے ہیں اور جہاں طلب ہو وہاں وہ کیفیات وارد ہوتی ہیں اور وہ بندہ اسی طرح کا ہو جاتا ہے جیسا اللہ کریم اسے پسند فرماتے ہیں، جیسا نبی کریم ﷺ اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ برکات یہ ہوتی ہیں کہ بعض مقبول اعمال میں اللہ کریم بے پناہ زیادتی فرمادیتے ہیں، وقت میں برکت ہوتی ہے، تھوڑے وقت میں آدمی بہت سا کام نیکی کا، دین کا کرلیتا ہے یہ برکت ہوتی ہے۔ کام میں برکت ہوتی ہے تو بندے کو بظاہر وہ کام کرنا ممکن نظر نہیں آتا لیکن وہ کام کرلیتا ہے۔ اشیاء میں برکت ہوجاتی ہے، کھانے پینے میں برکت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کردار اور اعمال میں برکت ہوتی ہے کہ کسی کے ایک سجدے کو اللہ لاکھوں سجدوں سے زیادہ اجر عطا فرمادیتا ہے تو برکت کا لفظ عموماً اچھائی پہ استعمال ہوتا ہے، نیکی پہ استعمال ہوتا ہے، انعام پہ استعمال ہوتا ہے۔ یوں بندے کی اس میں محنت کوشش تھوڑی ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے جو اسے ملتا ہے وہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ زیادتی جو ہے یہ برکت کہلاتی ہے۔

انوارات!

شمع جہاں روشن کی جاتی ہے شب کو تو کیا اردگرد روشنی نہیں ہوتی؟ اس روشنی کو انوارات کہتے ہیں۔ کلام کے ساتھ متکلم کا پرتَو ہوتا ہے، اثر ہوتا ہے، برائی کی باتیں سنتے رہیں تو آہستہ آہستہ بندہ خود بُرا ہونے لگ جاتا ہے۔ نیکی کی بات سنتے رہیں تو آہستہ آہستہ نیکی اثر کرنے لگتی ہے۔ وہ جو نیکی کی بات سے روشنی پھوٹتی ہے اور دل کو متاثر کرتی ہے وہ نیکی کے انوارات ہیں، حدیث شریف کے اپنے انوارات ہیں، قرآنِ پاک کے اپنے انوارات ہیں، انبیاؑ کی ذات کے اپنے انوارات ہیں، ملائکہ کے اپنے ہیں اور ذاتِ باری کے اپنے ہیں جیسے ہر شے کی چمک اپنی ہوتی ہے اسی طرح ہر ذات کے انوارات اپنے ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کوئی چیزیں بازار میں بک تو نہیں رہیں کہ آپ پوچھ کر اور قسم جان کر خرید لیں گے، یہ عقیدے اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں، ایمان ویقین سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ پڑھنے پڑھانے سے یا پوچھنے بتانے سے کوئی شے پلّے نہیں پڑتی، جب یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں تو پتا چل جاتا ہے کہ کیفیات کیا ہیں، برکات کیا ہیں اور انوارات کیا ہیں؟ اللہ آپ کو بھی نصیب فرمائے، وہ ایک شعر تھا کسی کا کہ۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پسِ دیوار تجھے بھی

تو یہیں کہیں میں نے کسی بیان میں یہ شعر پڑھا، کرنل محبوبؒ یہاں تشریف فرما تھے تو وہ فرمانے لگے نہیں جی، پسِ دیوار نہیں

روتا ہوا دیکھوں سرِ بازار تجھے بھی

جب ذکر ہوتا ہے تو یہ چیزیں کہاں سے آرہی ہوتی ہیں؟ کیفیات، برکات، انوارات سے ہی متعلق ہوگا، شیخ کے سینے سے، حضور ﷺ سے یا اللہ کریم سے۔

اچھا ہے، پوچھنا اچھی بات ہے، سوال سے کچھ معلومات میں اضافہ ہی ہوجاتا ہے۔ جاننا چاہیے لیکن ایک بات اور بھی ہے آپ کسی شہر جانا چاہتے ہیں اور اس کے راستے پر چل رہے ہیں تو جگہ جگہ رُک کر پوچھتے رہیں گے کہ یہاں یہ جھاڑی کیوں ہے، وہاں یہ پتھر کیوں پڑا ہے، یہ اردگرد کیا ہے؟ تو شہر میں پہنچنے کا وقت آپ کا راستے میں ضائع ہوگا۔ اور آپ کو پتا نہیں آپ کے پاس کتنی فرصت ہے، ہوسکتا ہے پہنچنے سے پہلے ہی موت آجائے اور آپ راستے کی تحقیق کرتے رہ جائیں، تو سوال عمل کے ساتھ منسلک ہونا چاہیے۔ یہ راستے کے پتھر اور جھاڑیاں گننا کوئی مفید نہیں ہے۔ انسان کو کون پیدا کرتا ہے، سب جانتے ہیں کہ اللہ خالق ہے اور اللہ پیدا کرتا ہے لیکن کتنے منازل ہیں ایک بندے کے پیدا ہونے کے۔ خاکی ذرات کو مختلف ادویات، خوراک کے قالب میں اللہ ڈھالتے ہیں، پھلوں میں ڈھالتے ہیں، دودھ گھی میں ڈھالتے ہیں، گوشت بناتے ہیں پھر وہ بطور غذا کسی ایک انسان کے پاس پہنچتا

ہے تو اس میں سے آنے والی نسل کے ذرات الگ اس کے صلب میں محفوظ ہو جاتے ہیں، پھر وہ ماں کو منتقل ہوتے ہیں پھر ایک بندہ پیدا ہوتا ہے، پیدا تو اللہ نے کیا۔ یہ ساری کائنات جو ہے اس کا نظام اسباب پر ہے۔ اللہ کریم سبب پیدا فرماتے ہیں، اس سبب کے نتائج ہوتے ہیں پھر ان نتائج سے جا کر آگے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ بندے کو پیدا تو اللہ نے کیا لیکن ان خاکی ذرات کو کتنے قالب میں ڈھالا۔ روئے زمین سے کہاں کہاں سے اس کے ذرات لیے کتنی غذائیں بنیں کتنی دوائیں بنیں، صلب پدر میں پہنچیں شکم مادر میں پہنچیں تب جا کر ایک بندہ بنا۔ تو اللہ کریم سے کیفیات یا برکات یا انوارات حاصل کرنے کے جتنے دروازے تھے بند ہو چکے۔ ایک ہی ذریعہ، ایک ہی سبب، ایک ہی دروازہ رہ گیا ہے اور وہ ہے محمد ﷺ کا۔ اپنے اپنے وقت پر ہر نبیؑ ایک ذریعہ تھا حصولِ برکات کا۔ قیامت تک کائنات میں جو انوارات یا برکات بٹیں گی وہ ساری کی ساری بارگاہِ الٰہی سے سینۂ اطہر محمد رسول اللہ ﷺ سے وارد ہوتی ہیں، آپ ﷺ سے صحابہؓ نے حاصل کیں تو اپنے اپنے ظرف کے مطابق۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مقام صحابیتؓ کیا ہے اور انہیں کتنی برکات نصیب ہوئی ہوں گی جو انہوں نے براہِ راست ذاتِ نبی کریم ﷺ سے حاصل کیں۔ صحابہؓ سے تابعینؒ نے، وہ سبب بنے اُن کو منتقل کرنے کا، تابعین تبع تابعین کو، تبع تابعین علمائے اُمت، علمائے حق کو، اہل اللہ کو اور یوں ہر کوئی اپنا نصیب، اپنا حصہ، اپنی استعداد اور اللہ کی عطا کے مطابق حاصل کرتا ہے اور چیزیں اسباب سے ہوتی ہوئی بندوں تک پہنچتی ہیں۔ میں اگلے دن دیکھ رہا تھا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات اس موضوع پر، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سوچا کہ ہر چیز سبب کے نتیجے میں ہوتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ ہر لمحے بیشمار واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، ہر واقعہ کے پیچھے سبب ہے، براہ راست اللہ کریم کیوں نہیں کرتے؟ تو فرماتے ہیں مجھے یہ سمجھ آئی کہ کائنات تجلیاتِ ذاتی کو برداشت نہیں کر سکتی، درمیان میں اسباب کے حجاب نہ ہوں، براہِ راست تجلیات باری ہوں تو کائنات فنا ہو جائے۔ کائنات میں وہ قوت نہیں ہے کہ براہِ راست تجلیاتِ ذاتی کو برداشت کرے اس لیے اللہ کریم اسباب پیدا فرماتے ہیں اور اسباب کے نتائج میں کام ہوتے ہیں۔ تو شیخ ایک سبب ہوتا ہے نسبت کا، اپنے شیخ سے ان کا شیخ، اپنے شیخ پر اس کا شیخ حتیٰ کہ بات آقائے نامدار ﷺ کی بارگاہ میں جا پہنچتی ہے اور یہ جو صوفیاء کے سلاسل ہیں یہ حدیث شریف کی سند کی طرح، سند کے طور پر پڑھے جاتے ہیں۔ جس طرح حدیث شریف کی سند ہوتی ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ کی ہے، آپ ﷺ سے کس نے سنی؟ فلاں نے، اس سے کس نے سنی، فلاں نے، اس سے کس نے سُنی فلاں نے۔ تو پھر جو پڑھتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم نے کہاں سے سُنی؟ فلاں سے، فلاں سے، فلاں سے حتیٰ کہ یہ رابطہ بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جا پہنچتا ہے، بارگاہِ رسالت میں کہاں سے آئی؟ یہ سوال بھی ہو سکتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: 4-3) میرا نبی ﷺ دین کے معاملے میں اپنی پسند سے کوئی بات ارشاد نہیں فرماتا، وہی بات ارشاد فرماتا ہے جو میں اس پر نازل فرماتا ہوں۔ تو بات تو اللہ کریم کی نکلی، اللہ کریم نے نبی ﷺ کو عطا کی، نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو، صحابہؓ سے تابعینؒ، تبع تابعینؒ، صدیوں کا فاصلہ سہی اسی سند کے ساتھ ہم تک پہنچ گئی، اسی طرح کیفیات کا سارا خزانہ بھی سینۂ اطہر محمد رسول ﷺ ہیں۔ بعثتِ عالی سے لے کر قیامت تک جتنی برکات تقسیم ہوں گی وہ حضورِ اکرم ﷺ کے سینۂ اطہر سے ہوں گی اور اب اس کے مختلف ذرائع، واسطے، مختلف طریقے بنتے جائیں گے، آگے پہنچتی جائیں گی تو بھوکے کو کھانا ملے تو اسے یہ فکر کم ہوتی ہے کہ کہاں سے آیا ہے، یہ فکر ہوتی ہے کہ بھوک مٹالوں اور کسی کو اگر اپنی بھوک کا شعور نہ ہو تو وہ کھانا کھانے سے پہلے سوچتا رہتا ہے کس نے بھیجا، کیوں بھیجا، یہ کیا ہے؟ تو آپ وہ بیزاری والا اظہار نہ کریں، اگر اللہ نے آپ کو کوئی نعمت دی ہے تو اُسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جرح اور قدح سے وقت ضائع ہوتا ہے اور پہلی بات یہ ہے کہ اُسے حاصل کیا جائے۔ بھوک ہے تو کھانا کھایا جائے اور بھوک ہی نہیں اور تماشا دیکھنے آئے ہیں تو وہ اور بات ہے۔

5 جون 2016ء

رمضان المبارک۔۔۔حصولِ تقویٰ کا مہینہ

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، مخلوق تو ساری اللہ کریم کی ہے، ساری مخلوق کو ہر طرح کا رزق وہی عطا فرما رہا ہے۔ ایک انسانی وجود کے اندر کئی جہان آباد ہیں، کتنے سیل، کتنے ایٹم، کتنا بڑا شہر ہے یہ، اس دنیا کی آبادی سے بہت زیادہ آبادی ایک انسان کے وجود کے اندر ہے، اس کے سیل مرتے بھی ہیں نئے پیدا بھی ہوتے ہیں، ایک پورا نظامِ حیات ہے جو ہر بدن کے اندر ہے۔ ہر متنفس کا نظام وہ چلا رہا ہے، ہر متنفس کو بے پناہ نعمتیں دے رکھی ہیں، سننے کی، بولنے کی، دیکھنے کی، حواس خمسہ کی اور بیشمار ذہنی قوتیں، سوچنے کی، عجیب عجیب چیزیں ایجاد کرنے کی لیکن جب بات رمضان شریف کی آتی ہے تو اپنے سارے بندوں سے بات نہیں فرماتا۔ الگ کر لیتا ہے ان لوگوں کو جو اُس کی عظمت پر ایمان لائے ہیں۔

آج کل روشن خیالی کا دور ہے، ہمارے ہاں رواج ہو گیا ہے کہ ہر گمراہی کو ہم ایک خوبصورت نام روشن خیالی کا پہنا دیتے ہیں اور بیشمار تاویلیں گھڑی جاتی ہیں، بلکہ روشن خیال طبقہ تو صرف یہ خیال کرتا ہے کہ روزہ رکھنے سے یا نماز پڑھنے سے بدنی فائدے کتنے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم وہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں کہ روزہ کیوں ضروری ہے، کس کے لیے ضروری ہے، فرمایا جو بندہ مجھ پر، میرے انبیاءؑ پر ایمان نہیں لاتا اسے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ کھائے پیے، موج کرے، اسے حلال حرام کی پہچان کی بھی ضرورت نہیں ہے، اسے نیک بد میں بھی تمیز کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا اللہ! اتنی چھوٹ؟ فرمایا چھوٹ کہاں ہے بھاگ لیں، دوڑ لیں، کر لیں جو کر رہے ہیں، وہ اپنے لیے کر رہے ہیں، جتنی نافرمانی کریں گے اس کا خمیازہ خود بھگتیں گے، میری کارگہہ حیات میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہے، لیکن وہ لوگ جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا ہے، وہ دنیا میں تھوڑے ہوں یا چند ہوں، لاکھوں ہوں یا کروڑوں ہوں، لیکن جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا ان کے لیے یہ کورس ضروری ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، لیکن ایمان والوں کو الگ کر دیا ہے، ان سے خطاب ہے کہ تم پر روزے فرض ہیں۔ فرمایا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ تم سے پہلی امتوں پر بھی روزے فرض رہے ہیں۔ ان کی صورت مختلف ہو سکتی ہیں، تعداد مختلف ہو سکتی ہے، اوقات مختلف ہو سکتے ہیں، احکام مختلف ہو سکتے ہیں لیکن روزہ فرض رہا تمام پہلی امتوں پر۔ مراد اس سے کیا ہے، حاصل کیا ہے روزے کا؟ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرۃ: 183) تاکہ تم متقی بن جاؤ تقویٰ حاصل کرو، تقویٰ کا مفہوم اردو میں الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا، اکثر ڈر لکھ دیتے ہیں۔ یہاں اس ترجمے میں جو میرے سامنے ہے اس میں پرہیزگار لکھا ہوا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو، مختلف الفاظ اس کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں لیکن تقویٰ ایک قلبی تعلق کا نام ہے، ایک ایسا قلبی تعلق، ایک ایسی محبت، ایک ایسا جذبہ جو محبوب کی ناراضگی تو بہت بڑی چیز ہوتی ہے، ناگواری بھی برداشت نہ کر سکے، یعنی کسی سے ہمیں ایسا تعلق ہو کہ وہ موجود ہو یا نہ ہو وہ پاس ہو یا نہ ہو، وہ نزدیک ہو یا دور ہو، وہ دنیا کے کسی دوسرے ملک میں ہو تو ہم بات کرتے ہوئے بھی احتیاط کرتے ہیں کہ کوئی ایسا کلمہ منہ سے نہ نکل جائے جو اسے ناپسند ہو۔ ناراضگی کا تو ہم سوچ ہی نہیں سکتے کہ اسے ناراض کر دیں۔ یہ تعلق اگر اللہ کریم سے بن جائے، بندے کو بات کرتے ہوئے بھی یہ احساس ہو کہ ایسا لفظ منہ سے نہ نکلے جو اللہ کریم کو پسند نہ ہو، کام کرتے ہوئے بھی یہ خیال ہو کہ ایسا کام نہ کر جاؤں جو میرے ربّ کریم کو پسند نہ ہو تو اس تعلق کو تقویٰ کہتے ہیں۔

تو جو مفہومِ اصلی ہے جو مقصدِ اصلی ہے رمضان کا وہ حصولِ تقویٰ ہے۔ باقی جتنے بدنی فائدے ہوتے ہیں یا صحت کو فائدے ہوتے ہیں، بیشمار اطباء اور میڈیکل کے شعبے کے لوگ جو بحث کرتے ہیں، وہ سارے ضمنی فوائد ہیں، وہ مقصد نہیں ہیں وہ مفت میں ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں، مقصد حصولِ تقویٰ ہے۔ یہ بدنی فوائد تو اگر کافر بھی روزہ رکھ لے تو اسے بھی حاصل ہوں گے، کیونکہ یہ تو بھوکا پیاسا رہنے سے یا بدن کی مختلف حرکات میں اسے جو آرام ملتا ہے اس سے ہوتے ہیں اس کے لیے تو ایمان شرط نہیں ہے، ایمان شرط ہے حصولِ تقویٰ کے لیے کہ اللہ سے ایسا تعلق ہو جائے۔

زندگی میں بیشمار چیزیں اللہ کی طرف سے اجازت ہے استعمال کرتے ہیں، حلال ہیں، بیشمار چیزیں ہیں جن سے روک دیا گیا ہے وہ حرام کہلاتی ہیں۔ اللہ توفیق دے تو بندہ کوشش کرتا ہے حرام سے بچنے کی، حلال پر زندگی بسر کرنے کی لیکن جب رمضان آتا ہے تو اسے قربِ الٰہی ایسے نصیب ہوتا ہے کہ وہ حلال بھی چھوڑ دیتا ہے اور پوچھتا رہتا ہے اللہ کریم سے کہ اب حلال رزق بھی کھا سکتا ہوں یا نہیں؟ یعنی مکمل بے اختیار ہو کر بندہ اپنا سارا اختیار اللہ کریم کے سپرد کر دیتا ہے، جب اجازت دیتا ہے سحری کھا لیتا ہے، پھر وہ روک دیتا ہے مغرب تک، رک جاتا ہے، پانی موجود ہے، فرج موجود ہیں، فروٹ پڑا ہے، کھانے پڑے ہیں، نہیں کھاتا پیتا۔ کوئی پاس نہیں ہے، اکیلا کمرے میں ہے لیکن اللہ کریم سے ڈر بھی ہے کہ میرا پروردگار ہر وقت میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، میری سن رہا ہے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسے پسند نہ ہو، کوئی ایسا جملہ نہ نکل جائے جو اسے ناگوار گزرے، کوئی ایسا خیال، کوئی ایسی سوچ نہ آ جائے جو اللہ کریم کو پسند نہ ہو، تو جب احتیاط یہاں تک پہنچتی ہے تو اس تعلق کو تقویٰ کہتے ہیں۔ تو فرمایا پہلی امتوں پر بھی فرض کیے تم پر بھی فرض ہیں ان سے مراد حصولِ تقویٰ ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: 183) تاکہ تم تقویٰ حاصل کرسکو۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فرمایا تمہیں کیوں مشکل لگتے ہیں چند روز ہیں، گنتی کے دن ہیں، اور گنتی کے دن گزرتے کتنی دیر لگتی ہے، سارا سال یہ پابندی نہیں ہوتی، چند روز ہوتی ہے۔ کھانا نہ پینا اوصاف ملکوتی ہیں یہ فرشتوں کے اوصاف ہیں، بندے کا ایسا تزکیہ کیا جاتا ہے کہ وہ مخصوص اوقات میں حلال رزق سے بھی پرہیز کرتا ہے، جائز کاموں سے بھی پرہیز کرتا ہے، ہمہ وقت حضورِ حق میں حاضر رہتا ہے، اسی لیے فرمایا ناں کہ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے، گالیاں بکتا ہے، فحش کلامی کرتا ہے، یا جھوٹ سنتا ہے یا اس طرح کرتا ہے تو اس کا بھوکا پیاسا رہنے کا کیا فائدہ، اسے روزے کی نعمت حاصل نہیں ہوگی سوائے بھوک اور پیاس کے کیونکہ روزہ یہ ہے کہ وہ اپنا ہر لمحہ حضورِ حق میں بسر کرے تو مقصد اصلی جو ہے روزے کا حصول تقویٰ ہے۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ گنتی کے چند دن ہیں۔ فرمایا اس میں بھی میں نے رعائتیں کر دی ہیں۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ اگر کوئی بیمار ہو جائے بیماری ایسی ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو قضا کر لے جب صحت آئے گی تو پھر رکھ لے گا۔ سفر پیش آ گیا اس میں انتظام نہیں ہو سکتا، روزہ نہیں رکھ سکتا، قضا کر لے۔ وَعَلَي الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ (البقرہ: 184) پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ واپس صحت میں نہیں آ سکتی جنہیں پیر فرتوت کہا جاتا ہے، عمر رسیدہ لوگ کہ بیماری ایسی ہے اس کی ٹھیک ہونے کی کوئی توقع نہیں، واپس صحت میں آنے کی امید نہیں کہ قضا کر سکیں تو ایک مسکین کو کھانا دے دیں خالی نہ رہیں، رمضان کا اپنا حصہ چھوڑ نہ دیں۔ جو قضا کرے گا اسے بھی میں انعامات سے نوازوں گا، جو فدیہ دے گا وہ مجبور ہے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اسے بھی عطا کروں گا۔

المرشد میں سوال تھا کہ ایک آدمی بہت غریب ہے، مشکل سے اپنا کھانا کھاتا ہے، وہ فدیہ کیسے دے؟ ٹھیک ہے سوال تو اچھا ہے لیکن فدیہ کیا مقرر کیا گیا ہے؟ فدیہ کوئی خاص ٹھوس رقم نہیں کہ ایک ہزار روپیہ روزانہ دینا ہے، پانچ سو روزانہ دینا ہے، ایسا نہیں۔ طعام سے مراد ہے جیسا وہ خود کھاتا ہے۔ ایک بندے کا صبح و شام کا کھانا دس ہزار کا بھی ہو سکتا ہے اور ایک بندے کا صبح و شام کا کھانا دس روپے کا بھی ہو سکتا ہے، دونوں انسان ہیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق دیں۔ فرمایا جو طعام جو کھانا خود کھاتا ہے ویسا ہی کھانا کسی مسکین کو دے دے۔ جو جتنا غریب بھی ہو پھر وہ سوکھی روٹی پانی سے کھاتا ہے وہ سوکھے دس لقمے ہی دے دے تو اس کا فدیہ ہو جاتا ہے، اس میں اللہ کریم نے مشکل نہیں رکھی۔ جو اس کی حیثیت ہے جتنا وہ خود کھاتا ہے اسی طرح کا کھانا کسی

مسکین کو دے دے اس کا فدیہ ہو جائے گا۔

فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ ؕ یاد رکھو بھلائی کا نتیجہ بھلا ہوتا ہے اور کم از کم بندہ اپنے ساتھ تو بھلائی کرے، دوسروں کی بھلائی سوچنا تو بہت حوصلے کی بات ہے بڑی ہمت کی بات ہے، اپنی بھلائی اپنی بہتری تو سوچے اپنے آپ کے ساتھ تو بھلائی کرے۔ فرمایا جو کوئی خوشی سے تَطَوَّعَ خَيۡرًا۔۔۔ خوشی سے خوش دلی سے بھلائی کرتا ہے، فرمایا وہ اپنے ساتھ بھلائی کر رہا ہے، لیکن ایک بات یاد رکھو فرمایا: وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝ اگر تم بات سمجھتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ ممکن ہو تو بیماری میں بھی روزہ رکھ لو۔ ممکن ہو تو سفر میں بھی روزہ رکھ لو۔ قضا تب کرو جب مجبور رکھنا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ جو روزہ رمضان میں رکھا جاتا ہے، رمضان کی برکات اپنی ہیں اور یاد رکھو قضا کبھی رمضان میں نہیں ہوتی، رمضان میں اس کے اپنے روزے فرض ہوتے ہیں، قضا ہمیشہ غیر رمضان میں ہوتی ہے۔ جو روزہ قضا ہو جاتا ہے اس کی قضا پھر رمضان میں نہیں ہوتی پھر وہ غیر رمضان میں ہوتی ہے۔ رکھ سکو اگر بیماری میں ممکن ہو روزہ رکھنا کوئی خطرے کی بات نہ ہو یا سفر میں ممکن ہو تو ضرور رکھو۔ آج کل کی سہولیات نے تو سفر بھی آسان کر دیا ہے۔ پھر فرمایا یہ جو رمضان میں روزہ رکھنا ہے اس کی لذت اپنی ہے، چونکہ یہ وہ مہینہ ہے۔ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرہ:185) یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ کریم نے اپنے بندوں سے کلام فرمایا، کلامِ باری کی عظمت ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے، ہم نہیں سمجھ سکتے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ابو الانبیاء حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پوری عمر میں دس بار وحی نازل ہوئی۔ دس (10) مرتبہ خطاب الٰہی سے نوازے گئے۔ اسی طرح مختلف انبیاء علیہ السلام پر، نوح علیہ السلام پر غالباً اگر مجھے صحیح یاد ہے تو پوری عمر میں چودہ ساڑھے چودہ سو سال آپؑ کی عمر ہے، چالیس مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام پر غالباً پچاس دفعہ، عیسیٰ علیہ السلام پر جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے آخری نبی تھے اور پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور سلسلۂ نبوت مکمل ہو گیا۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ختم ہو گیا تو اس میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، سلسلۂ نبوت مکمل ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی شرح یہی فرمائی، فرمایا نبوت کو اگر آپ ایک عمارت کی طرح دیکھیں تو کوئی شخص اس کے گرد گھوم پھر کر عمارت کا جائزہ لے تو اسے ایک سِل کی جگہ خالی نظر آئے گی اور وہ رُک جائے گا کہ یہاں کیوں خلاء ہے، فرمایا میں (ﷺ) وہ آخری اینٹ اور آخری سِل ہوں جو اس عظیم الشان عمارت میں لگی اور عمارت مکمل ہو گئی۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ!

وہ اینٹ میں ہوں وہ سِل میں ہوں، سلسلۂ نبوت مکمل ہو گیا، اب اس میں کسی نبی کے ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دس مرتبہ وحی الٰہی عیسیٰ علیہ السلام پر آئی۔ نبی کریم ﷺ کی وساطت سے اللہ نے انبیاء پر براہِ راست خطاب فرمایا، ہمیں خطابِ الٰہی سے نوازا گیا بوساطتِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ وحی حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی لیکن اس کے مخاطب ہم سب کلمہ گو ہیں، ہر مسلمان اس کا مخاطب ہے اور کتنی دفعہ نازل ہوئی آقائے نامدار ﷺ پر؟ علماء فرماتے ہیں چوبیس ہزار مرتبہ۔ آدم علیہ السلام پر دس بار، نوح علیہ السلام پر چالیس بار، موسیٰ علیہ السلام پر جو براہِ راست خطابِ الٰہی سے نوازے گئے دس بار، ابراہیم علیہ السلام پر پچاس بار، پھر عیسیٰ علیہ السلام پر دس بار، اور کتنی مرتبہ وحی نازل ہوئی آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ پر؟ چوبیس ہزار مرتبہ۔ تیئس برسوں میں چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئی اور یہ کیا تھا، یہ سارا خطاب تھا ہر کلمہ گو کو۔ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نزولِ قرآن شروع ہوا، اللہ کریم نے تم سے باتیں کرنا شروع کیں، تمہیں سمجھانا شروع کیا، تم سے ایسا تعلق بنالیا کہ تم براہِ راست خطابِ الٰہی کو سن رہے ہو۔ اور پھر اس نے یہ کرم کیا کہ فرمایا قیامت تک میں خود اس کی حفاظت کروں گا۔ اسے پڑھنا، اسے سمجھنا، اس پر عمل کرنا یہ تمہارا کام ہے لیکن میں اسے بگڑنے نہیں دوں گا۔ ساڑھے چودہ سو سال حفاظتِ الٰہیہ پر گواہ ہیں کہ کفر کی طاقتوں نے کیا کیا کوشش نہیں کی۔ کوئی ایک نکتہ کوئی ایک زبر زیر نہیں بگاڑ سکے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ اس نے ایمان والوں کے سینے کو اس کا خزانہ بنا دیا، اب سینے میں کون زیر زبر مٹائے گا، اور کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس کی حفاظت کا ذمہ دے دیا، جن کے سینوں میں اسے آباد کر دیا۔ اور یہ تیس پارے جس کے سینے میں جس کے دل میں محفوظ ہیں وہ کتنا خوش نصیب ہے اگر وہ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔

گدھے کے گلے میں کوہِ نور ہیرا بھی باندھ دیں یا گھنٹی باندھ دو

اسے فرق نہیں پڑتا، جاننے کی بات ہوتی ہے۔ جو نہیں جانتا اس کے لیے کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اگر ہم غور کریں، اگر ہم سوچیں ہم کیا، ہماری حیثیت کیا؟ اور اللہ کا خطاب یہ تیس پارے، ایسا انتظام فرمادیا کہ رات دن یہ بیان ہو رہا ہے، کچھ لوگوں کو یہی خدمت سپرد کر دی کہ ساری عمر اسے بیان کرتے رہو۔ تو فرمایا یاد رکھو شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ---قرآن کیا ہے؟ هُدًى لِّلنَّاسِ ---یہاں تو ایمان کی قید کوئی نہیں لگائی هُدًى لِّلْمُؤْمِنِيْنَ نہیں بلکہ فرمایا هُدًى لِّلنَّاسِ تمام اولادِ آدم کے لیے صحیح صحیح راہنمائی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جب قرآن کے احکام پر عمل کرے گا اگر مومن ہے تو دونوں جہان اس کے ہیں، اگر کافر ہے تو اس دنیا میں اس کا بدلہ ضرور پائے گا، خالی کوئی نہیں جاتا۔

ہمارا آج کا روشن خیال طبقہ جو تاویلیں گھڑتا ہے وہ باطل ہیں۔ فرمایا هُدًى لِّلنَّاسِ ---تمام انسانوں کے لیے صحیح راہ یہی قرآن تجویز کرتا ہے۔ ہم بڑی مثالیں دیتے ہیں مغرب کی، مشرقِ بعید کی، ان ممالک کی کہ کفار ہیں یا مشرک ہیں وہ بڑے آرام سے ہیں، اگر آپ تجزیہ کریں جب ظہورِ اسلام ہوا تو ان اقوام کا کیا حال تھا، ظہورِ اسلام کے بہت بعد بھی خلفائے راشدین کا دور گزر گیا اور بعد کے خلفاء آئے تو خلیفہ بغداد نے فرانس کے حکمران کو گھڑی بھیجی تھی۔ وہاں سے جواب آیا تھا کہ کوئی بندہ بھیجیں کہ ہمیں بتادے کہ چلتی کیسے ہے۔ بغداد میں جب پختہ گلیاں ہوتی تھیں تو پیرس کی سڑکوں پر گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوتا تھا۔ اقوامِ یورپ کو اس دور میں مؤرخ The cave man لکھتا ہے، امریکن اور مغربی اقوام کو The wild wild west لکھتا ہے، دو دو دفعہ، وحشی وحشی مغرب۔ انہوں نے تہذیب اسلام سے سیکھی، اسلام جب دنیا پہ پھیلا، مخلوق نے قبول کیا، روئے زمین پر امن قائم ہوا، ہر ایک کی عزت، جان و مال، آبرو محفوظ ہوئی تو ان قوموں نے سوچا کہ کچھ تو ہے کہ جس نے انسانیت کو بدل کر رکھ دیا، تو انہوں نے جو جوان کے معاشرے میں اچھائیاں ہیں وہ اسلام سے لی ہیں، اسلام سے پہلے ان کے پاس کب تھیں کیا تاریخ موجود نہیں ہے؟ یاد رکھیں ٹھنڈا پانی اگر پیاسے کافر کو بھی پلائیں تو اس کی بھی پیاس بجھ جاتی ہے، اسے بھی سکون ہو جاتا ہے، مومن کی بھی بجھ جاتی ہے۔ اب اس کا دُنیوی نتیجہ کافر کو بھی ملتا ہے، اُخروی انعام صرف مومن کو ملے گا جو پی کر الحمدُ للہ بھی کہتا ہے۔ قرآن کے کسی حکم پر مغرب یا مشرقِ بعید بھی عمل کرے گا تو دنیا کا فائدہ اس کو بھی ہوگا۔ یہ جو ہمیں روز مغرب کا درس دیتے ہیں یہ خود قرآنی احکام کو کیوں نہیں اپنا لیتے جنہیں مغرب نے اپنایا۔ اگر تجارت میں دیانت ہے تو انہیں کس نے سکھائی؟ یہ تو چوروں کے ٹولے تھے۔ اگر عدالتیں انصاف کرتی ہیں تو کس نے بتایا؟ اگر لوگوں کے حقوق محفوظ ہیں تو کس نے بتایا؟ دو باتیں ضمناً عرض کرتا چلوں جس میں انہوں نے قرآن کی نصیحت قبول نہیں کی۔ ایک بات اسلام نے حواس مختل کرنے والی نشہ آور چیزیں حرام قرار دے دیں۔ جس چیز سے بھی ایسا نشہ ہو کہ حواس مختل ہو جائیں، ضروری نہیں کہ وہ صرف شراب ہی ہو، جو چیز بھی حواس مختل کرتی ہے وہ مُسکر ہے، وہ نشہ آور ہے اور وہ حرام ہے۔ اہلِ مغرب نے یہ بات نہیں مانی، آج اس کے ہاتھوں ذلیل ہیں۔ آج اسے وہ روک ہی نہیں سکتے۔ اسلام نے مرد عورت کے حقوق الگ الگ مقرر کیئے، عورت کو پردے میں رہنے کا، پوشیدہ رہنے کا حکم دیا اس کی ذمہ داریاں الگ بتائیں۔ انہوں نے وہ بات بھی نہیں مانی۔ آج جتنے وہ اپنی عورت کے ہاتھوں رسوا ہیں اور جتنے پریشان ہیں اسے اب روک بھی نہیں سکتے۔ جہاں انہوں نے اسلام کی بات نہیں مانی وہاں ذلیل ہو رہے ہیں اور ہمارا روشن خیال طبقہ ان چیزوں کو اپنانا چاہتا ہے۔ اور انہوں نے بھی اسلام کی بات مان کر دنیوی فائدہ تو اٹھالیا ہے۔ ہمارا روشن خیال طبقہ ادھر بھی نہیں جاتا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کوئی بیٹھ کر تجزیہ کر کے دیکھ لے۔ فرمایا: هُدًى لِّلنَّاسِ ---یہ قرآن ہے جو ساری انسانیت کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ اگر کافر بھی اس کی بات مانتا ہے، چونکہ آخرت پر اس کا اعتماد نہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کا اعتماد نہیں۔ اللہ پر اس کا یقین نہیں لیکن دنیا کا فائدہ اسے بھی ہوتا ہے، محروم نہیں رہتا: "هُدًى لِّلنَّاسِ" اولادِ آدم کو النّاس کہتے ہیں آدم علیہ السلام کی اولاد کو النّاس کہتے ہیں۔ فرمایا، قرآن اللہ کا کلام اور اتنا قیمتی ہے کہ هُدًى لِّلنَّاسِ---ہے۔

رمضان کی بات آئی تو فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ---اے ایمان والو! روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں۔ قربِ الٰہی کی بات تھی، فرمایا قربِ الٰہی کی بات اور قربِ الٰہی کے مناظر اس کی راہیں اور مسافتیں صرف ایمان والوں کے لیے ہیں۔

جس میں دنیا کا فائدہ ہے اس میں کافر کو بھی شریک کرلیا ہے کہ اگر آخرت کو نہیں مانتا مخلوق تو میری ہے، دنیا کا فائدہ تو اٹھالیں، بلکہ ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے تو یہ لوگوں پہ احسان کیا ہے کہ سارے لوگ کفر کی طرف مائل نہ ہو جائیں ان کے لیے یہ دلچسپی نہ بن جائے ورنہ میں چاہتا تو کافروں کے مکان سونے کے، چاندی کی چھتیں اور سونے چاندی کی سیڑھیاں بنا دیتا۔ انہوں نے آخرت چھوڑ دی ہے تو میں دنیا میں تو انہیں بہت دیتا ہوں، مخلوق تو میری ہے۔ فرمایا، یہ تو میں نے لوگوں پہ احسان کیا ہے کہ کافروں کے گھر سونے چاندی کے نہیں بنا دیئے ورنہ وہ آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو یہ سونا چاندی ان کے کس کام آئے گا، کتنے دن کام آئے گا، کسی کا گھر سونے کا ہو اسے بخار ہو جائے تو کیا اتر جائے گا؟ جواہرات اور سونا چاندی سیڑھیوں پر لگا ہو اور بیماری آئے تو کیا وہ چلی جائے گی؟ فرمایا دکھ وہی جھیلیں گے، یہ محض ظاہری نمائش ہے، اس سے کیا ہوگا؟ اور ایسا نظام ہے رب العالمین کا کہ جس کے پاس جتنے وسائل ہوتے ہیں ان کی بیماری اس سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ غریب کہتے ہیں میری بیماری میرے وسائل سے زیادہ ہے لیکن ہر امیر کی اس کے وسائل سے بڑی بیماری لگتی ہے، ہر ایک کی احتیاج ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر کوئی محتاج ہے۔ فرمایا، رمضان تو وہ مہینہ ہے جس میں قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا اور هُدًى لِّلنَّاسِ۔۔۔ انسانیت کے لیے ہدایت کا سامان ہے۔ کافر بھی اس کے احکام پر عمل کرے تو اس کی دنیا بھی سنور جاتی ہے۔

اگر مومن اس کے احکام پر عمل کرے تو اس کے دونوں جہان سنور جاتے ہیں، پھر عجیب بات ہے ہم سدا دکھے ہیں، سدا پریشان ہیں۔ جو کوئی آتا ہے ایک نئی بپتا سناتا ہے، ایک نیا دکھ بتاتا ہے۔ کچھ ہمارا ایک اور مسئلہ بھی ہے کہ جو لوگ سکھی ہوتے ہیں وہ بتانے نہیں آتے کہ میں آرام سے ہوں، آتے وہی ہیں صرف جو دکھی ہوتے ہیں، تو ہمارے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہے کہ ہمارے پاس جو دن بھر آتے ہیں وہ دکھ ہی بیان کرتے ہیں۔ لیکن ہم قرآنِ کریم کے ہوتے ہوئے اتنے دکھی کیوں ہیں؟ کیا ہمارا کمانے کا طریقہ قرآن کے مطابق ہے؟ کیا ہمارا خرچ کا طریقہ قرآن کے مطابق ہے؟ کیا ہمارے والدین سے تعلقات اولاد سے تعلقات، ازواج سے تعلقات، برادری سے تعلقات قرآن کے مطابق ہیں؟ کیا ہمارا قوم وملک سے رشتہ قرآن کی ہدایت کے مطابق ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر اگر ہر کام ہی ہم الٹا کر رہے ہیں تو پریشانی تو ہوگی! ہم عجیب قوم ہیں کہ جن کو اللہ کریم نے، وہ کیا کہا تھا شاعر نے

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

اے اللہ تو بھی کریم ہے، تیرا رسول ﷺ بھی کریم ہے۔ تیرا کتنا احسان ہے کہ ہم دو کریموں کے درمیان آگئے۔ اب اگر اس کے باوجود ہماری زندگی، ہمارے افکار، ہمارا کردار نہ حضور ﷺ کی بات سن رہا ہے نہ اللہ کی بات سن رہا ہے، تو پھر کیا ہوگا؟ تکلیف نہیں ہوگی تو کیا ہوگا؟ ایک آدمی کسی کیکر کے درخت پر اپنے آپ کو الٹا لٹکا لے پھر شکایت کرے کہ مجھے بڑی تکلیف ہے، بھئی تم نے کیوں یہ تکلف کیا؟ تو نے اتنی محنت سے رسّی لی، اوپر چڑھا، ٹانگ سے باندھی، ٹہنی سے باندھی، الٹا لٹک گیا، اب کہتا ہے میں اوکھا ہوں؟ جو طرزِ حیات قرآن نے بتایا جو انداز قرآن نے بتایا، جو تعلقات میں تناسب قرآن نے بتایا، جو عدالتی نظام قرآن نے دیا، جو تعلیمی نظام قرآن نے دیا، جو سیاسی نظام قرآن کریم نے دیا ہمارے پاس ان میں سے کیا ہے؟ اگر کچھ بھی نہیں ہے تو پھر اوکھے تو ہوں گے! تو فرمایا:

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

تمام انسانیت کے لیے ہدایت ہے اور ایسی ہدایت ہے جو کافر کو بھی ماننی پڑتی ہے وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى ۔۔۔ واضح ہدایت۔۔۔ وَالْفُرْقَانِ ۚ ۔۔۔ قرآن کے نزول نے نیکی اور بدی میں تفریق کردی، برائی کو برائی اور نیکی کو نیکی الگ الگ کر دیا، کوئی ان میں غلط فہمی یا درمیان میں کوئی شکوک وشبہات کی گنجائش نہیں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ ۔۔۔ سو اگر تمہیں یہ موقع ملے تو روزے رکھو۔ کوشش کرو، ممکن ہو تو بیماری میں بھی رکھ لو، ممکن ہو تو سفر میں بھی رکھ لو کہ رمضان کا روزہ رمضان کا نقصان ہے، غیر رمضان میں قضا کرو گے تعمیلِ ارشاد تو ہو جائے گی لیکن اس رمضان کی برکات تو نہیں ہوں گی، یہ غیر رمضان ہوگا۔ اس کے باوجود فرمایا کہ اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو اور روزہ نہیں رکھ سکتے تو قضا کر لو یا فدیہ دے دو۔

اللہ تمہارے لیے آسانیاں چاہتے ہیں، تمہیں مشکلات میں مبتلا

نہیں کرنا چاہتے، تمہارا تزکیہ کرنا چاہتے ہیں تمہیں پاک کرنا چاہتے ہیں، تمہارے وجود کا بھی، تمہاری روحوں کا بھی، تمہارے قلوب کا بھی تزکیہ چاہتے ہیں، پاک ہو جاؤ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ---اور اگر رمضان پورا کرلو تو پھر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ یہ کمال تمہارا نہیں یہ احسان اس کا ہے، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو نیکی بھی ہم کرتے ہیں وہ ہمارا کمال نہیں ہے، یہ اس کی عطا کردہ توفیق ہے۔

ہمیں یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ خط لکھتے ہیں، ٹیلیفون کرتے ہیں، آ جاتے ہیں کہتے ہیں کہ نمازیں بھی پڑھتا ہوں، تہجد بھی پڑھتا ہوں، منزل بھی پڑھتا ہوں، دکان میں نقصان ہو گیا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ دکان تو دکان کے طریقے پر چلے گی۔ دکان نمازوں سے تو نہیں چلے گی۔ دکان تو تجارتی اصولوں کے مطابق چلے گی تو چلے گی۔ وہ شریعت کے مطابق ڈھال لیں، دنیا کے کام دنیا کے طریقے کے مطابق ہوں گے جو اللہ نے ان کا سلیقہ مقرر فرما دیا ہے۔ تو اللہ کریم تمہیں مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے تمہارے لیے آسانیاں چاہتے ہیں، محض تمہارا تزکیہ کر کے تمہارے قلوب کو روشن کر کے تمہارے سینوں کو منور کر کے کلام الٰہی کی برکات کو تمہارے سینوں میں جذب کرنا چاہتے ہیں، اور جب یہ مکمل کر سکو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ عید مناؤ، اچھے کپڑے، پہنو، خوشبو لگاؤ، دو رکعت نماز عید ادا کرو۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے توفیق دی اور تم نے یہ امتحان پاس کرلیا، اس میں کامیاب ہو گئے۔ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ---اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی، تمہاری راہنمائی فرمائی، تمہیں دامانِ محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ کر دیا۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ (البقرہ: 185) تاکہ تم اس کے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ تم جس طرح روزہ رکھتے ہو اس طرح میری اطاعت کرو، زندگی کے ہر کام میں میرے احکام بجالاؤ، فرمایا۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

اے میرے محبوب ﷺ اگر کوئی بندہ آپ ﷺ سے میرے بارے پوچھے اسے کہیے کہ تیرے سب سے قریب تو اللہ ہے، تیرے اپنے وجود، تیری اپنی زبان، تیری اپنی عقل میں شاید کوئی فاصلہ ہو، اس سب سے قریب، رگ جان سے بھی قریب اللہ ہے، اور پھر فرمایا یہ صفت بھی ہے۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ---جب بھی کوئی میری بارگاہ میں دعا کرتا ہے میں اس کی بات مان لیتا ہوں لیکن ایک چھوٹی سی شرط ہے۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ---میری بھی تو مانو۔ تم میرے محتاج ہو مخلوق ہو، بندے ہو کر میری بھی تو مانو، اگر تم بندے ہو کر میری نہیں مانتے تو مجھے تمہاری کیا پرواہ ہے کہ میں تمہاری مانتا پھروں، ہر بندہ اپنی منواتا ہے، یہ نہیں سوچتا کہ میں نے اللہ کی کتنی مانی: فرمایا، کسی سفارش کی ضرورت نہیں، کسی مزار پر جانے کی ضرورت نہیں، کسی بزرگ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ جہاں ہو جس حال میں ہو مجھ سے بات کرو، میں سب سے قریب ہوں، تمہاری بات بھی مانوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ کیا تم میری بات مانتے ہو؟ پتا ہے ہم بزرگوں کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ میں تو گنہگار ہوں مجھ سے تو کچھ نہیں ہوتا آپ کچھ کر دیں، کام تیرا ہے تجھ سے اللہ کی اطاعت نہیں ہوتی، کوئی تیرا کام کیسے کرے گا؟ تعلق تیرا ہے ہر بندے کا ایک ذاتی رشتہ ہے فرمایا، فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ---میری بات بھی مانو۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ ---کم از کم میرے پر ایمان تو لاؤ، مجھے اپنا خالق اپنا مالک، اپنا رازق ہر ضرورت پوری کرنے والا مانو تو سہی لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝ (البقرہ: 186) تاکہ تم فلاح پاسکو، کامیاب ہو سکو۔ فلاح وہ کامیابی ہوتی ہے جو چیز نتیجتاً حاصل ہوتی ہے، ہو سکتا ہے ایک کام بہت مشکل ہو، لوگ گیمیں (Games) کھیلتے ہیں، باکسرز کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں، ناکیں ٹوٹ جاتی ہیں، کرکٹرز کو چوٹیں لگ جاتی ہیں، پہلے لوگ کبڈی کھیلا کرتے تھے تو ٹانگ بازو ٹوٹ جایا کرتے تھے، دیکھا یہ نہیں جاتا۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ نتیجہ کیا ہوا؟ ہو سکتا ہے زندگی میں دکھ سکھ آئیں، بیماریاں آئیں، تکلیفیں آئیں، انجام کیا ہوا؟ فرمایا اگر میری بات مانو گے، میرے نبی ﷺ کا دامن تھام لو گے، قرآن کے مطابق جیو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے یعنی جیت جاؤ گے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝ تاکہ تم جیت جاؤ۔ رُشد، ہدایت صحیح راہنمائی مقصود، ہی نکلتا ہے کہ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، جیت جاؤ۔

اللہ کریم ہم محتاج ہیں تو کریم ہے سب پہ کرم فرما، سب کی مصیبتیں دور فرما اور سب کو صحت سلامتی نصیب فرما اور قرآنِ کریم کو پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور سمجھنے کا شعور عطا فرما اور توفیقِ عمل عطا فرما۔ تو ہر چیز پہ قادر ہے۔

خواتین کا صفحہ

حضرت لیلیٰ بنتِ ابی حثمہ رضی اللہ عنہا

اُمِ فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

آپؓ کا نام لیلیٰؓ اور کنیت اُمِ عبداللہ تھی۔ ابی حثمہ آپ کے والد تھے جن کا تعلق قریش کے خاندان بنوعدی سے تھا۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

لیلیٰ بنتِ ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی۔

نکاح:

حضرت لیلیٰؓ کا نکاح حضرت عامرؓ بن ربیعۃ العنزی سے ہوا۔ وہ بنی عنز بن وائل میں سے تھے اور بنوعدی کے حلیف تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے والد خطاب نے ان کو فرطِ صحبت سے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔

قبولِ اسلام:

دونوں میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے نہایت صالح فطرت سے نوازا تھا۔ انہوں نے دعوتِ حق کو بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کیا۔

مشرکین کے جور وستم:

اہلِ مکہ جس کو بھی پاتے کہ وہ دینِ اسلام قبول کر چکا ہے اس کے جانی دشمن بن جاتے۔ جس طرح جس کو ممکن ہوتا اسے ستاتے۔ یہ دونوں میاں بیوی بھی کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور ان کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

ہجرتِ حبشہ:

جب کفار کا جور وستم حد سے بڑھ گیا تو 5 بعثتِ نبوی کو دونوں میاں بیوی نے حضورؐ کے حکم پہ ہجرتِ حبشہ کا قصد کیا۔ گو تمام قافلہ خفیہ طور پر تیار اور روانہ ہو رہا تھا، لیکن جب حضرت لیلیٰؓ اونٹ پہ سوار ہونے کو تھیں تو اُدھر سے حضرت عمر فاروقؓ کا گزر ہوا جو ابھی تک کفر کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے تھے، وہ حیران ہوئے اور انہوں نے حضرت لیلیٰؓ سے پوچھا، ''اُمِ عبداللہ! کدھر کی تیاری ہے؟'' بجائے چھپانے کے حضرت لیلیٰؓ نے بڑے درد سے جواب دیا'' تم لوگوں نے ہم لوگوں کو بہت ستایا ہے اس لئے ہم اپنے وطن اور گھر بار کو خیر آباد کہہ رہے ہیں۔ اللہ کا ملک تنگ نہیں ہے جہاں سینگ سمائیں گے چلے جائیں گے اور جب تک اللہ مسلمانوں کی خلاصی کی کوئی صورت پیدا نہیں فرماتا وطن سے دور ہی رہیں گے۔''

حضرت عمرؓ کو ان پہ بہت ترس آیا اور کہا ''صَحِبَکُمُ اللہ'' (اللہ تمہارے ساتھ ہو) اور وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد آپؓ کے شوہر وہاں آئے تو حضرت لیلیٰؓ نے ان کو یہ واقعہ سنایا تو وہ بولے۔ ''عمر اس وقت تک ایمان نہیں لائے گا جب تک خطاب کا گدھا ایمان نہ لائے گا۔'' گویا اُن کے نزدیک جس طرح گدھے کا قبولِ اسلام ناممکنات میں سے ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کا شرفِ ایمان سے بہرہ یاب ہونا بھی ناممکن ہے۔

دلی تمنا:

لیکن جس طرح حضرت عمرؓ ان کی حالت سے متاثر ہوئے تھے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ جو اسلام چھوڑنے پہ تیار نہیں اور وطن چھوڑ رہے ہیں اور سفر کی صعوبتیں اور جلاوطنی کے مصائب برداشت کرنے پہ تیار ہیں۔ تو یہ سوچ کر حضرت لیلیٰؓ نے فرمایا: ''مجھے دیکھ کر جس طرح عمرؓ پہ

رقت طاری ہوگئی تھی کیا خبر اللہ ان کا دل پھیر دے۔"

ان کے شوہر حضرت عامرؓ نے فرمایا: "کیا تم چاہتی ہو کہ عمرؓ ایمان لے آئیں۔" بولیں۔ "ہاں! میری دلی تمنا یہی ہے۔"

یہ واقعہ تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ متعدد اہلِ سیرت نے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا یوں پوری کی کہ اگلے ہی سال حضرت عمر فاروقؓ سعادتِ ایمان سے بہرہ اندوز ہوگئے اور اسلام کا دستِ بازو بن گئے۔

حبش سے واپسی:

ابھی ان نفوسِ قدسیہ کو گئے ہوئے تین ہی مہینے گزرے تھے کہ حضور ﷺ اور مشرکین کے مابین مصالحت کی خبر مشہور ہوئی۔ مہاجرین حبشہ نے سنا تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ان کا ایک گروہ شوال 5 بعد بعثت میں مکہ واپس آگیا۔ اس میں حضرت لیلیٰؓ اور ان کے شوہر بھی شامل تھے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر علم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی لیکن اب الٹے پاؤں واپس جانا بھی آسان نہ تھا اس لئے انہوں نے اور اہلِ قافلہ نے قریش کے کسی نہ کسی سردار کی پناہ حاصل کی اور مکہ میں داخل ہوگئے۔ حضرت لیلیٰؓ اور ان کے شوہر نے عاص بن وائل سہمی کی پناہ حاصل کی۔

دوبارہ ہجرت حبشہ:

مسلمانوں پہ مشرکین کے مظالم نہ صرف اُسی طرح جاری تھے بلکہ ان میں مزید شدت آچکی تھی اس پر حضور ﷺ نے پھر ہدایت فرمائی کہ مظلوم لوگ حبش کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ 6 بعد بعثت کے آغاز میں تقریباً ایک مظلومین کا ایک قافلہ عازم حبشہ ہوا۔ اس دوسری ہجرت حبشہ کے مہاجرین میں کی فہرست میں بھی تمام اہلِ سیر نے حضرت عامرؓ اور حضرت لیلیٰؓ کا نام صراحت کے ساتھ لیا ہے۔ حبشہ میں چند سال غریب الوطنی میں گزارنے کے بعد حضرت عامر اور حضرت لیلیٰؓ کچھ دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حضور ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے کچھ عرصہ قبل مکہ واپس آگئے۔

ہجرتِ مدینہ:

بالآخر ہجرتِ مدینہ کا حکم آن پہنچا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ نفوسِ قدسی اذنِ رسول اللہ ﷺ پا کر عازمِ مدینہ ہوئے اور اب کی بار مستقل ہجرت کر گئے۔

علامہ ابنِ سعد کاتب الواقدی کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے والی خواتین میں حضرت لیلیٰؓ بنتِ ابی حثمہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

مؤرخین نے حضرت لیلیٰؓ کے اس امتیاز کا بھی ذکر کیا ہے کہ قدیم الاسلام ہونے کی بنا پر انہیں قبلۂ اوّل کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔

بقیہ زندگی سے متعلق ایک واقعہ:

ایک دفعہ انہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں اپنے کمسن فرزند سے کہا: "یہاں آؤ میں تم کو کچھ دوں؟" حضور ﷺ نے پوچھا: "تم اس کو کیا دینا چاہتی ہو۔" عرض کیا "کھجور" حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اس کو کچھ نہ دیتیں تو میں تم کو جھوٹا سمجھتا۔"

سنِ وفات اور دیگر حالاتِ زندگی کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

دعائے مغفرت

1۔ ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی طاہر الطاف

2۔ ڈسکہ، سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی منظور احمد

3۔ دینہ، جہلم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اکرم کی زوجہ محترمہ

4۔ گھارو ضلع ٹھٹہ، سندھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اکبر علی بھٹی

5۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد یوسف بٹ

6۔ گکھڑ، گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مختار احمد قریشی

وفات پائے گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

ضرورتِ رشتہ

ایک ڈاکٹر عمر 36 سال، مقیم بیرون ملک کو دوسری شادی کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ سلسلہ عالیہ سے منسلک حضرات کو ترجیح دی جائے گی۔ خواہشمند حضرات اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0331-5086534

بچوں کا صفحہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت ابو عبیدہؓ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کی دعوت دی جسے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی قبول کر لیا اور اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اسلام قبول کرنے سے اگلے ہی دن آپؓ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آپؓ کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح الفہری القرشی ہے، ابو عبیدہؓ آپ کی کنیت ہے۔ آپؓ نہایت خوش شکل، ہنس مکھ اور دراز قد تھے۔ آپؓ کی طبیعت میں بے حد انکسار تھا۔ آپؓ اگرچہ طبیعت کے شرمیلے تھے لیکن کوئی افتاد آن پڑتی تو آپؓ شیر کی طرح چاک و چوبند اور چمکدار تیز تلوار کی مانند ہو جاتے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلام کے ظہور کے بالکل شروع کے زمانے میں ہی اسلام قبول فرما لیا تھا۔ اسلام کے ظہور سے ہجرت مدینہ منورہ تک کا زمانہ مسلمانوں کے لیے کوئی آسان وقت نہ تھا۔ کفار کے مظالم اس قدر شدید تھے کہ ان مظالم کا سوچ کر بھی انسان کانپ جاتا ہے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ بھی باقی تمام مسلمانوں کے ساتھ ان تمام مظالم کو بڑی بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ سہتے رہے حتیٰ کہ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ مدینہ منورہ ہجرت کے کچھ ہی عرصہ بعد حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل پر بہت بڑی فتح عطا فرمائی۔ غزوۂ بدر میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی بڑے بہادرانہ اور نڈر انداز میں میدانِ جنگ میں لڑ رہے تھے۔ جنگ کے دوران حضرت ابو عبیدہؓ کے ہاتھوں کئی کفار قتل ہوئے جو نبیٔ اکرم ﷺ کے خلاف اسلام کو ختم کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔ انہی میں حضرت ابو عبیدہؓ کے والد عبداللہ بن جراح بھی تھے، لیکن اللہ کی راہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کی حفاظت فرماتے ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ اس آزمائش پہ بھی پورے اترے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں جو کہ آپؓ کی شان میں تھیں۔

"جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے مخالف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہی ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے (ثبت کر دیا ہے) اور ان (کے قلوب) کو اپنے فیض غیبی سے قوت دی ہے اور وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل فرمائیں گے جن کے تابع نہریں ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوں گے اور وہ اس (اللہ) سے راضی ہوں گے۔ یہ اللہ کا لشکر ہے۔ خوب سن لو! بے شک اللہ کا لشکر ہی مراد پانے والا ہے۔" (سورۃ المجادلہ:22)

ایک دفعہ عیسائیوں کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اپنے صحابہ کرامؓ میں سے جسے بھی آپ مناسب سمجھیں انہیں ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں کہ وہ ہمارے درمیان مالی اختلافات کو نمٹا دے، جو بدقسمتی سے شدت اختیار کر چکے ہیں۔ اس وفد کا امیر کہنے لگا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان ان معاملات میں دیانتداری کی وجہ سے ہمیں بہت پسند ہیں۔

ان کی باتیں سن کر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شام کو میرے

پاس آنا، میں آپ لوگوں کے ساتھ ایک ایسا شخص روانہ کروں گا جو طاقتور بھی ہے اور دیانتدار بھی۔ شام کو جب نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو بڑے غور سے دائیں بائیں دیکھا اور نمازیوں میں کسی کو تلاش فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی نگاہ مبارک حضرت ابوعبیدہؓ پر پڑی۔ حضور اکرم ﷺ نے اشارے سے انہیں پاس بلایا اور فرمایا کہ آپؓ اس وفد کے ساتھ جائیں اور ان لوگوں کے آپس کے اختلافات کو انصاف کے ساتھ نمٹائیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں بے اختیار پکار اٹھا کہ آج ابوعبیدہؓ ہم پر بازی لے گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ اپنی دیانت وامانتداری کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپؓ میں بیشمار قائدانہ صلاحیتیں بھی موجود تھیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے، اور اس امت کے امین ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں۔"

غزوۂ احد کے موقع پر حضرت ابوعبیدہؓ ان دس جان نثار صحابۂ کرامؓ میں سے ایک تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے گرد دفاعی گھیرا ڈال رکھا تھا اور دشمنوں کے تیر اپنے سینوں پر کھا رہے تھے۔ جب جنگ کا زور کچھ کم ہوا تو صحابۂ کرامؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے دو دانت مبارک شہید ہو چکے تھے۔ پیشانی مبارک پر زخم آئے ہوئے تھے اور خود کے دو ٹکڑے رخسار مبارک میں پیوست ہو چکے تھے۔ ہاتھ سے یہ ٹکڑے نکالنے میں خطرہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو تکلیف زیادہ ہوگی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو کوئی ایسا طریقہ معلوم تھا کہ انہوں نے اپنے دانتوں سے خود کے یہ دونوں ٹکڑے باری باری نکالے۔ اگرچہ اس کوشش میں حضرت ابوعبیدہؓ کے دو سامنے کے دانت ٹوٹ گئے لیکن خود کے وہ ٹکڑے نسبتاً کم تکلیف کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے رخسار مبارک سے نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ اگلے دونوں دانت ٹوٹ جانے کے باوجود حضرت ابوعبیدہؓ نہایت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے، یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد تمام مسلمان شدید غم کی کیفیت میں تھے۔ ایک دو دن اسی میں گزر گئے پھر اکابر صحابۂ کرامؓ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ کا فوری طور پر چن لیا جانا ضروری ہے کیونکہ منافقین اور کفار اس کا فائدہ اٹھا کر، مسلمانوں میں مزید بے چینی اور انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے بہت سے صحابۂ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں اس پر بیعت کروں، کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے: "ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہؓ ہے۔" لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ میں اس عظیم ہستی سے بھلا کیسے سبقت لے جاسکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمارا امام مقرر کر دیا ہو۔ اس کے بعد تمام صحابۂ کرامؓ نے بالاتفاق حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں دونوں ہستیوں کے پوری طرح خیر خواہ ومعاون رہے اور ہمیشہ ہر موقع پر آگے بڑھ کر ان کے بازو بنتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں آپ ملک شام میں لشکرِ اسلام کی قیادت فرما رہے تھے۔ پورا ملک شام فتح ہو چکا تھا اور اسلامی حکومت کی سرحدیں مشرق میں دریائے فرات اور شمال میں ایشیائے کوچک تک پہنچ چکی تھیں۔ اس وقت جبکہ اسلامی فتوحات اپنے عروج پر تھیں، ملک شام میں طاعون جیسی خطرناک وباء پھیل گئی۔ اس وقت اس بیماری کی کوئی دوا ایجاد نہیں ہوئی تھی، تو یہ وباء بیشمار لوگوں کی موت کا سبب بن رہی تھی۔ اس قدر لوگ اس بیماری کا شکار ہو رہے تھے کہ اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب یہ خبر ملی تو حضرت ابوعبیدہؓ سے بہت زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے انہوں نے قاصد کے ہاتھ فوری خط روانہ کیا کہ مجھے آپؓ سے بہت ضروری کام ہے۔ خط ملتے ہی فوراً میری طرف چل پڑیں۔ رات کو خط

ملے تو دن کا انتظار نہ کریں اور اگر دن کو ملے تو رات کا انتظار نہ کریں۔

حضرت ابوعبیدہ ؓ نے خط پڑھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ امیر المومنین ؓ کو مجھ سے کیا کام ہے۔ دراصل وہ ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو کہ اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ ؓ نے خط کا جواب تحریر فرمایا:

''امیر المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! سلام کے بعد عرض ہے کہ مجھے آپ ؓ کے ضروری کام کا علم ہے۔ میں اس وقت لشکر اسلام کے ساتھ ہوں۔ مسلمان اس وقت جس مصیبت میں گرفتار ہیں میں اس نازک حالت میں انہیں تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا یہاں تک کہ رب ذوالجلال میرے اور ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمادیں۔ اس سلسلے میں مجھے معذور سمجھتے ہوئے ان کے درمیان رہنے کی اجازت عطا فرمادیں۔

والسلام

یہ خط جس وقت حضرت عمر فاروق ؓ کو ملا تو آپ ؓ کے پاس بہت سے صحابۂ کرام ؓ موجود تھے۔ خط پڑھ کر آپ ؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ صحابۂ کرام ؓ نے پوچھا کہ کیا ابوعبیدہ ؓ فوت ہوگئے؟ فرمایا کہ نہیں! لیکن موت اب ان کے قریب پہنچ چکی ہے۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابوعبیدہ ؓ طاعون میں مبتلا ہوگئے۔ اس بیماری میں آپ ؓ نے اپنے لشکر کو وصیت کی، فرمایا:

''میں آپ لوگوں کو آج ایک وصیت کرتا ہوں، اگر آپ لوگ اس پر عمل کرتے رہے تو ہمیشہ خیریت سے رہیں گے۔ سنو! نماز قائم کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، صدقہ وخیرات کرتے رہنا، حج وعمرہ ادا کرنا۔ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہنا۔ اپنے حکمرانوں کے خیر خواہ رہنا اور انہیں کبھی دھوکا نہ دینا۔ دیکھنا، دنیا کہیں تمہیں غافل نہ کردے۔

میری بات غور سے سنو! اگر کسی شخص کو ایک ہزار سال کی عمر بھی مل جائے تو آخر کار انجام یہی ہوگا جو آج آپ لوگ میرا دیکھ رہے ہیں۔ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ سب کو میری طرف سے سلام اور آپ لوگوں پر اللہ ذوالجلال والاکرام کی رحمت ہو۔ پھر حضرت معاذ بن ؓ جبل جو پاس ہی کھڑے تھے، ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''معاذ، لوگوں کو نماز پڑھایا کریں''۔ ''اچھا، اللہ حافظ'' یہ فرمایا اور آپ ؓ اپنے اللہ سے جاملے۔

صفحہ نمبر 17 سے آگے

میں وہ اس سے بچنے کا اہتمام نہ کرتیں۔ اس لئے ان کو اس سے ممانعت کی گئی تا کہ اس کے اختیاری ہونے پر متنبہ ہوکر اس سے بچنے کا اہتمام کریں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ عقلی اختیاری کبھی غیر اختیاری کے ساتھ مشتبہ ہوجاتا ہے اور سالکین کو یہ امر بکثرت پیش آتا ہے اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو جب بچہ دریا میں ڈال دینے کا حکم ہوا تو ساتھ یہ ارشاد ہوا کہ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي کہ اندیشہ نہ کرنا، ڈرنا نہیں، خوف نہ کرنا اور غم بھی نہ کرنا۔ تو فرماتے ہیں، جس سے منع کیا گیا اس کا مطلب ہے وہ خوف، اندیشہ اور غم اختیاری تھا۔ کچھ امور میں بندہ بے بس ہوتا ہے اور کچھ امور اختیاری یا سوچ کر بھی افسوس ہوتا ہے جیسے انہیں بچے کو دریا میں ڈالنے سے ڈر بھی لگنا چاہیے تھا اور افسوس بھی۔ تو فرمایا جب اللہ کا حکم ہے تو پھر اللہ کے سپرد کرو، پھر ڈر اور خوف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں یہ چیزیں سالکین کو اکثر پیش آتی ہیں کہ وہ ڈر یا خوف اختیاری ہوتا ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں یہ غیر اختیاری ہے میرے بس میں نہیں ہے تو اس سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ڈر یا افسوس عقلاً یا اختیاراً جتنا ممکن ہے بچنا چاہیے اور پوری دلجمعی سے اطاعت الٰہی کرنی چاہیے کیونکہ نتائج اللہ کریم کے دست قدرت میں ہیں اور مومن کو دو میں سے ایک بہتری خوامخواہ نصیب ہوتی ہے، یا فاتح ہوتا ہے یا شہید ہوجاتا ہے۔ اس کا نقصان نہیں ہوتا اگر وہ اللہ کے حکم کی اطاعت کرتا ہے۔

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

SIQARAH

صقارہ سائنس کالج

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2017 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

نمایاں خصوصیات

سیلکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✔ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- ✔ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✔ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- ✔ نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✔ کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- ✔ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

محکمہ تعلیم کے نامور ماہرین کے زیرنگرانی

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Ph: 0543-562222

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

آر، ایس، فیصل آباد

میں کیا، میری بات کیا، دل تو کرتا ہے کہ صرف حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کی شخصیت بارے لکھوں جن کی برکت سے میرے دل میں اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت پیدا ہوئی، ایک تعلق نصیب ہوا، عظمتِ الٰہی کا ادراک ہوا جس سے میرے ایمان و یقین میں پختگی آئی۔ اپنے بارے اس لیے لکھنے لگی ہوں تاکہ میری وہ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں جو دین پر اور احکامِ الٰہی اور سیرت طیبہ پر عمل کرنے سے قاصر ہیں، شاید میری یہ کیفیات اُن کے لیے راہنمائی کا سبب بن سکیں۔

آج میری شادی کو چودہ برس گزر چکے ہیں۔ اللہ کریم نے مجھے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ میرے سسرال والے مذہبی لوگ ہیں۔ میرے سسر امام مسجد اور خطیب تھے۔ چند سال پہلے اُن کا انتقال ہوگیا، اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے۔ میری ساس پانچ وقت کی نمازی تہجد گزار خاتون تھیں۔ تلاوت قرآن کریم صبح شام اُن کا معمول تھا۔ تسبیحات معمولات میں شامل تھیں۔ کچھ عرصہ پہلے وہ بھی اس دارِ دنیا سے کوچ کر گئیں، اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ گھر میں مذہبی رجحان کی وجہ سے میرے شوہر کا بھی دین کے ساتھ کافی لگاؤ تھا لیکن وہ سستی کر جاتے۔

سسرال کا تعارف اس لیے ضروری سمجھا کہ مذہبی گھرانہ ہونے کے باوجود میری ذات پر اس کا کوئی اتنا افیکٹ نہیں تھا۔ دین کے حوالے سے سسرال والوں نے کبھی مجھ پر سختی بھی نہیں کی۔ اس لیے میں بھی عام گھریلو خواتین کی طرح صرف گھر کے کاموں، بچوں کی پرورش، ساس، سسر اور خاوند کی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے پوری کرتی۔ میرے سسرال والے بھی مجھ سے شفقت کرتے، مجھے عزت دیتے، میرا خیال رکھتے، اس طرح وقت اچھا گزر رہا تھا۔ لیکن دین میں میری کوئی اتنی دلچسپی نہیں تھی۔

سب سے پہلے میرے شوہر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی نسبت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی سے بیعت ہوئے۔ کبھی کبھی وہ ماہانہ اجتماع پر آتے۔ اجتماع کی باتیں سناتے، حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کی باتیں سناتے، مجھے بہت اچھا لگتا۔ بیعت کے بعد اُن میں کافی تبدیلی آئی۔ میں نے خود محسوس کیا کہ ان کی سوچ، گفتار اور کردار تک میں مثبت تبدیلی آنا شروع ہوگئی۔ چہرے پر داڑھی بھی سج گئی، نمازوں میں باقاعدگی آتی گئی، یہاں تک کہ اُن کا موضوع گفتگو ہی دین ہوگیا۔ میں اُن سے اکثر کہتی کہ آپ کافی بدل گئے ہیں۔ وہ ایک ہی بات کرتے کہ یہ ذکر اللہ کا کمال اور حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کی توجہ کی برکت ہے۔

تین سال پہلے کی بات ہے کہ میرے شوہر مجھے دارالعرفان منارہ میں لے کر گئے، جہاں اُن کے اور اب میرے بھی، شیخ المکرم مدظلہ العالی تشریف فرما ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کا غائبانہ تعارف مجھے کافی ہو چکا تھا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ اصل بات نسبت کی ہے۔ جب میں بیعت ہوئی اور سلسلہ عالیہ کی نسبت نصیب ہوئی تو دیکھتے ہی دیکھتے دل کی حالت بدل گئی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جیسے اب مسلمان ہوئی ہوں۔

مجھے یاد ہے جب میں نے دارالعرفان میں آپ کا پہلا بیان سنا تو آپ کا ایک ایک لفظ میرے دل میں اُترتا چلا گیا اور قرآن مجید کی لذت اور شیرینی محسوس کی۔ آپ اکرم التفاسیر بیان کرتے ہیں، میں نے اتنا آسان فہم قرآن مجید کسی کو بیان کرتے نہیں سنا تھا کہ جیسے ہر بات میرے لیے ہے، ہر آیت میرے متعلق ہے۔ قرآن مجید سننے کی ایسی کیفیت پہلے کبھی نہیں بنی تھی۔ ٹی وی چینلز پر اکثر علماء کے بیان سننے کا موقع ملتا لیکن ایسا اندازِ بیاں کہ جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے اُن کی کیفیت بھی ساتھ دل میں اُترتی چلی جاتی۔

پھر کیا تھا! میں نے سلسلہ عالیہ کے طریقے سے ذکر شروع کیا، اللہ کو یاد کرنا شروع کیا۔ ہر دن میرے لیے پہلے سے بہتر ہوتا چلا گیا۔ ذکر اللہ کی برکت اور لذت محسوس ہونا شروع ہوئی ۔ اللہ سے ایک تعلق نصیب ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی محبت دل میں آنا شروع ہوگئی۔ اطاعت کرنے کو دل کرنے لگا۔ اللہ کریم نے کرم فرمایا، نماز کی توفیق بخشی، تلاوت قرآن مجید شروع ہوگئی۔ مزید اللہ کریم نے کرم فرمایا، اب میں اور میرے شوہر، ہم اکٹھے، تہجد کے نوافل پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد 45 منٹ تہجد کا ذکر اکٹھے کرتے ہیں۔ پھر وہ نماز فجر کے لیے مسجد چلے جاتے ہیں اور میں گھر میں نماز فجر ادا کرتی ہوں۔ میرا بڑا بیٹا جس کی عمر تقریباً بارہ سال ہے وہ حافظ قرآن ہوگیا ہے۔ اللہ کریم کا بڑا شکر ہے، اس نے میرے گھر کو حقیقی خوشیوں سے بھر دیا۔ سب برکات نبوت کا اثر ہے جو شیخ المکرم مدظلہ العالی کے سینہ سے ہمارے دلوں تک پہنچیں۔

آتا نہیں ہے راس کسی کو نہ آئے عشق
ہم کو تو آپ کے پیار نے انساں بنا دیا

اب دل کرتا ہے کہ صرف اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی بات ہو، فضول باتوں سے بیزاری ہوتی ہے۔ اللہ کریم نے ایسا کرم فرمایا ہے کہ سلسلہ عالیہ کی برکت اور حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کی توجہ سے میرے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ جب دل میں برکاتِ نبوت آتی ہیں تو قناعت نصیب ہوتی ہے، پھر انسان اللہ کی رضا پر راضی ہوجاتا ہے، جس حال میں رکھے اچھا لگتا ہے۔ میرے گھر میں کوئی ناچاقی، کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ محبت ہی محبت، پیار ہی پیار، عزت ہی عزت ہے۔ سب بہت خوش ہیں اور سب سے زیادہ میں خوش ہوں۔

میں سمجھتی تھی کہ ایسے اللہ والے صرف کتابوں میں ملتے ہیں۔ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں کہ جو بھی ان کی محفل میں آیا، اس کو ذکر قلبی نصیب ہوا۔ ہمارے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہم نے حضرت شیخ المکرم کا زمانہ پایا۔ اس سے بڑی خوش قسمتی کہ آپ کی رفاقت نصیب ہوئی، نسبت نصیب ہوئی۔ ایسے اللہ والوں کی صحبت سے دل منور ہوتے ہیں، دلوں میں انوارات آتے ہیں، جس سے روح تندرست ہوتی ہے۔ جب روح طاقتور ہوتی ہے تو مادی بدن اس کے تابع ہوجاتا ہے اور زندگی دین کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ سنت پیاری لگنے لگتی ہے، نیکی اچھی لگنے لگتی ہے اور برائی سے نفرت ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اس طرح دین پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اللہ کریم میری تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو صحیح شعور عطا فرمائے اور ان اللہ والوں سے برکاتِ نبوت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Siqarah The Learning Hub International (SALHI)

A sister concern under Siqarah School System

Admissions Open Now
Play group,
Pre-Kindergarten(Nursery),
Kindergarten (Prep).
Cell: 0300-4245232

Offering
American Education System

Opening Soon at
Dar-ul-Irfan, Munara
(Khushab Road, Dist Chakwal)

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج

1 اپریل 2017ء سے نئی کلاسز کا آغاز

18 مارچ سے داخلہ جاری ہے

ادارے کی نمایاں خصوصیات	ہاسٹل کی نمایاں خصوصیات
تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم اور ملٹی میڈیا	طالبات کے لیے خصوصی طور پر باجماعت نماز کا اہتمام
سٹوڈنٹس کے لیے Presentation اور Seminars کا انعقاد	ہاسٹل طالبات کی بہترین دینی، دنیوی اور اخلاقی تربیت کا انتظام
M.Sc اور M.Phil تجربہ کار اساتذہ	طالبات کے لیے کالج کے بعد ایکسٹرا کوچنگ کلاسز
پریکٹیکلز کی تیاری سلیبس کے ساتھ ساتھ	طالبات کے لیے خصوصی غیر نصابی سرگرمیوں کا انعقاد
E-Cat اور M-Cat کے ٹیسٹ کی تیاری کی سہولت	طالبات کے لیے احادیث اور تصوف کی خصوصی کلاسز
جدید سامان سے آراستہ کمپیوٹر لیب اور سائنس لیب	طالبات کے مکمل تحفظ کے لیے دن رات سیکورٹی گارڈ
بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری	جنریٹر اور گیزر کی سہولت
انتہائی مناسب فیس کے ساتھ اعلیٰ معیارِ تعلیم	

شاندار کامیابی (رزلٹ 2016ء)

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج کا ہر سبجیکٹ میں
1st Year کا بہترین نمبروں کے ساتھ 100 فیصد رزلٹ

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال
فون نمبر: 0543-562200، موبائل نمبر: 0332-8384222

امراض معدہ

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

علامات:۔

کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد پیٹ پھول جاتا ہے۔طبیعت بوجھل ہوجاتی ہے۔تھوڑا سا بھی کھانا کھایا جائے ایسا لگتا ہے کہ میں نے بہت زیادہ کھالیا۔پیٹ سے قرار قر کی آوازیں آتی ہیں۔کبھی ترش ڈکار آتے ہیں، منہ سے تھوک زیادہ آتا ہے۔بعض اوقات دل کی دھڑکن زیادہ ہوجاتی ہے کھانے کے بعد سینے اور معدہ میں جلن محسوس ہوتی ہے۔کبھی کبھی گھبراہٹ اور خوف کا احساس ہوتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ابھی کچھ ہونے لگا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے کہ ہوا اوپر دماغ کی طرف جارہی ہے۔

تبخیر معدہ کے چند ایک نسخہ جات جو کہ انتہائی موثر ہیں المرشد کے قارئین کے لیے تحریر کیے جاتے ہیں۔

سفوف ہاضموم: ھوالشافی زیرہ سفید 5 تولہ، مرچ سیاہ 2-1/2 تولہ، سنڈھ 2-1/2 تولہ، مگھاں 2-1/2 تولہ، نمک سیاہ 2-1/2 تولہ، سونف 10 تولہ، اجوائن دیسی 10 تولہ، نوشادر 1-1/4 تولہ، نمک سانبھر 2-1/2 تولہ، جوکھار 1-1/2 تولہ، آملہ 5 تولہ، پوست ہلیلہ 10 تولہ، پوست بہیڑہ 10 تولہ، کلونجی 1-1/4 تولہ، سوئے 1-1/4 تولہ

ترکیب تیاری: تمام ادویات کو باریک پیس کر محفوظ کریں، صبح وشام ایک چھوٹا چمچ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔تبخیر معدہ کے لیے انتہائی موثر ہے، غذا کو ہضم کرتا ہے، ریح کی وجہ سے معدہ میں ہونے والے درد کو ختم کرتا ہے، جسم سے فالتو چربی کو ختم کرتا ہے، بھوک لگاتا ہے، وزن کو کم کرتا ہے۔

سفوف تبخیری: پوست ہڑزرد 1 پاؤ، پوست بہیڑہ 1 پاؤ، آملہ 1/2 پاؤ، سونف 1-1/2 پاؤ، الائچی سبز 2 تولہ تمام دواؤں کو باریک پیس لیں، خشک جار میں محفوظ کرلیں۔صبح وشام ایک چھوٹی چمچ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

ھوالشافی ،الائچی خورد 5 گرام، دھنیاں خشک 2 گرام، مربہ آملہ 200 گرام، مربہ ہلیلہ 170 گرام، مربہ سیب 150 گرام، شکر سفید 80 گرام، ست لیموں 1 گرام، زرشک شیریں 100 گرام، سونف 20 گرام، صندل سفید 20 گرام، گل قند 150 گرام۔

ترکیب تیاری:

مربہ جات کو الگ کوٹ لیں، باقی تمام دواؤں کو زرشک کے علاوہ باریک پیس لیں، زرشک کو کوٹ کر پانی میں حل کرکے پن لیں، اسی پانی میں چینی اور ست لیموں ڈال کر قوام تیار کریں۔قوام ٹھنڈا ہونے پر تمام دواؤں کو اس میں شامل کردیں۔صبح 5 تا 10 گرام یہ معجون پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

فوائد:۔

تبخیر معدہ کو ختم کرتی ہے، دل ودماغ کو طاقت دیتی ہے، دل کی دھڑکن اور گھبراہٹ کے لیے مفید ہے۔

شربت انار: ھوالشافی ،انار کا جوس 1 لیٹر، پانی 1 لیٹر، الائچی سبز 20 عدد، چینی آدھا کلو، تمام اجزاء کو ملا کر آگ پر رکھیں، جب قوام تیار ہوجائے تو نیچے اتار کر خشک بوتل میں محفوظ کرلیں۔

تبخیر معدہ: معدہ کی گرمی اور تیزابیت کے لیے موثر ہے۔ایک چمچ صبح نہار استعمال کریں، اس کے بعد ایک گلاس دودھ گھونٹ گھونٹ کرکے پیئیں۔بعد میں ایک گھنٹہ تک کچھ اور نہ کھائیں۔

ڈاکٹر خالد محمود غزنوی صاحب نے اپنی کتاب علاج نبوی اور جدید سائنس میں تبخیر معدہ کے موضوع پر اس نسخہ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

ھوالشافی ،قسط البحری 10 گرام، کلونجی 5 گرام، سوئے 2 گرام باریک پیس کر محفوظ کرلیں، ایک چھوٹا چمچ صبح وشام پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: کثرت سے حج اور عمرہ کرنے والا غریب اور محتاج نہ رہے گا۔
ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

احباب سلسلہ کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ اور بہترین سروس کیساتھ۔

ساتھیوں کو گروپ کی شکل میں بھی بھیجا جا سکتا ہے
ایڈوانس رابطہ کیجئے۔

سستے ترین عمرہ پیکیج

اکانومی
بجٹ اکانومی پلس سٹارز ہوٹلز
پیکیجز دستیاب ہیں

اور تمام ائرلائنز کی ٹکٹیں ایڈوانس بکنگ کیساتھ فوری دستیاب ہیں
نیز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے
ورک ویزوں کے پراسس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

اکال والا روڈ عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ
0334-6289958
0334-0694165
046-2511559
046-2512559
WhatsApp: 0334-6289958
Email:alarooj@hotmail.com

العروج انٹرنیشنل ٹریولز
IATA PIA Come Fly With Us & PSA
GOVT LIC 2223
اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR-1559

on the Day of Judgment the status of the Prophet (SAWS) is rising, in exaltation.

In Jannah, the blessings offered therein, will be enhanced in pleasure, by the second. In other words there is no ultimate station on the sublime spiritual path, as it is an endless journey. A seeker of this sublime Path is merely a small pebble, of this road. This is the path which is traversed by devoted obedience to the Last Messenger (SAWS) of Allah (SWT). This path should rightfully be made the goal of life; the destination to be reached. When Quran commands something, it becomes obligatory for the believers. Quran says "*Draw near*";"*Seek, Allah's Nearness*". How will this be attained? Quran says, "*Prostrate*". Whatever you do in life, do it with the intention of seeking Allah's Pleasure and Nearness; with the same humility as you display when prostrating before Him (SWT). While laying down this rule or mode for attaining Allah's Nearness, a list of precautions, must be followed. A lot of negligence is often done in this regard.

Quran says "*Have you considered him who forbids A bondman of Ours when he offers Salaat.*" These verses were revealed about Abu Jahal's attitude, when he used to stop Prophet (SAWS) from worshipping in Kaaba. Although revealed, specifically, about Abu Jahal's conduct, the application is in general. It suggests that we must stay away from all those who try to stop from Allah's obedience and from obedience to Prophet (SAWS). The next phrase says "*Have you considered, if he is himself guided.*" We may have a fleeting thought that, he who is stopping us, from obedience, maybe, has something better to offer or knows better. Allah (SWT) says that if he was on the straight path, knowing something better, then instead of stopping others from worship, he would himself have commanded others, to obey Allah with more sincerity and fervor. Hence it is not correct to think that such a person has any better option to offer. Had this person known any better, he would have supported rather commanded goodness instead of prohibiting it. His actions indicate that he is void of all goodness.

Quran says; "*Have you considered, if he denies and turns away?* Does he not know that Allah sees?" It is worth pondering; why does a person stop others from piety or himself resorts to evil? It is, when he becomes heedless or is uncertain about the fact that Allah (SWT) is Omnipresent and Vigilant? May Allah forgive us all; if we evaluate our characters we also end up making a lot of mistakes and committing sins. We must check ourselves and realize that we are doing these sins in Allah's (SWT) presence. We must make sure that we focus only on our own evaluation. We must realize that when we commit sins, we do not feel Allah's presence. We never indulge in such things, in public, because we are aware of their presence. If we feel that Allah (SWT) is watching, would we commit those sins? The basic reason of our disobedience has been unveiled in this verse; the heedlessness of His Omnipresence. We must always remain conscious that whatever we are doing, it is in His Presence. This also suggests, the remedy; to stay in constant remembrance of Allah (SWT), thus being conscious of His constant Presence. A constant remembrance of Allah (SWT) will grant a cognizance of His Greatness.

It must be remembered that this world is the place of actions. Every individual is free to act within a certain limit. When actions are done beyond the limits, Divine punishments are decreed upon, as Abu Jahl was killed in humiliation, by two youngsters in the battle of Badar and dumped in a well. Quran says that if people do not give up the evil practice of preventing others from good deeds and creating hurdles in the path of piety, then such miscreants will be seized, in great

Continue To Page No. 55.....

such a manner as if you are constantly in a state of Prostration, before Allah (SWT). In other words, Quran is suggesting that you must strive with purity of intention and devotion, in pursuit of Allah's Nearness.

How much Nearness can we attain? There is no limit to this attainment. There is no such station that can be deemed as the ultimate station, for Allah (SWT), beyond which there is nothing. Certainly, there s no such point and the journey to Allah's Nearness, is endless. Amongst mankind the most exalted are the Prophets (AS). Prophet Muhammad (SAWS), the Last Messenger of Allah, is the Leader of all the Prophets (AS) and Messengers (AS) of Allah (SWT). The spiritual stations or ranks attained by him (SAWS) are either known to him (SAWS) or to his Provider (SWT). Nobody can have knowledge of his (SAWS) exaltation. There is a limit to our knowledge and we can only know what is within our accesses. There is also a limit to our powers, to comprehend. Something that is far beyond our knowledge, too exalted, cannot be comprehended since Prophet (SAWS) is the Leader of all Prophets (AS) and Messengers (AS) of Allah (SWT). When even the Prophets (AS) and Messengers (AS) cannot comprehend the extent of spiritual exaltation and the ranks enjoyed by him (SAWS), let alone, those be comprehended by ordinary people. However, in spite of all exaltations, the Prophet (SAWS) is being further blessed, by more elevations, in Allah's Nearness. Quran says"Seek Nearness"; so Prophet (SAWS) was attaining Nearness, each moment of his blessed life and his ranks soared, constantly. When Prophet (SAWS) passed away and got stationed in Barzakh; the legacy he (SAWS) left behind, his (SAWS) teachings, his (SAWS) ways of life, are being followed, ever since, by his (SAWS) followers all over the world.

Today, if we take a look at the world map we will discover that there is not a single moment that goes by, without even Adhaan (call for Salat), across the globe. Somewhere it is time for Fajr (morning prayers) and the Adhaan for Fajr, is being called out. As it is over, the next call for Dhuhr (noon prayers) begins at some other place. So on and so forth, but not a moment goes by, without it. Thus, there is never a time across the globe when Allah's servants, are not prostrating before Him (SWT). The Universe receives all the Blessings only, because of the Noble Messenger (SAWS) of Allah (SWT). Since the annunciation of his prophet hood all the goodness done by the mankind, till the last day, will be attributed to his (SAWS) teachings. Hence, whenever someone does an act of piety with sincerity, the Prophet (SAWS) is also rewarded by Allah (SWT), along with the doer.

Can we imagine the extent of worshipping being done across the globe by the believers? This in other words, suggests that nobody can even imagine the exaltations being granted to the Prophet (SAWS), each moment. This is known to Allah (SWT) or to his Beloved (SAWS). A saying of the Prophet (SAWS), explains this very well. It is said that on the Day of Judgment when mankind will be gathered for reckoning and the day will be too long, people will approach Prophet Adam (AS). They will ask him (AS), to request Allah (SWT) that the process of accountability be started, as it is too difficult to stand for so long. He (AS) will excuse himself, upon which the people will approach all the Messengers of Exalted Resolve (AS) and present the same plea. All of the Exalted Messengers (AS) will excuse themselves from making this request, in the Divine Court. In the end Prophet Muhammad (SAWS) will be approached to make this request before the Allah (SWT). Prophet (SAWS) says:"I will prostrate before Allah (SWT) and new words will be taught to me, which I had not known before. I will then supplicate, with those words and the process of accountability will commence". (Summary of Hadith) This suggests that

NEARNESS TO ALLAH (SWT)

6, March, 2016

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

In the name of Allah, the Most Gracious, the Most Merciful.

Well, you see him who forbids bondman of Ours when he offers prayer. Well you see, if he would have been on guidance, or he would have commanded piety, what good thing it had been. Well you see, if he belied and turned back, then what would be his condition. Did he know that Allah is seeing? Yes, if he desisted not, We will assuredly drag him by catching his forelock hairs; forelock of what type, lying, sinful. Now let me call his association. Just now We call our guards. Yes, hear him not and prostate and draw near to Us.

Every individual strives till his last breath, to achieve the goals, he sets in life. He works hard for their attainment, all along. However, each individual sets his own targets and decides his destination. The rules and means of achieving the different goals vary and also the kind of hard work that is to be put in. Anyone who aspires to become an engineer, has to work hard, whereas if he desires to become a doctor then he must study specific subjects and strive accordingly. Those aspiring to become politicians or millionaires will need different types of efforts, respectively. In any case, each individual has some motive or goal in mind, for which he strives hard. Blessed and extremely fortunate are those, who make eternal success, their target, in this life. It is a strange phenomenon. When we fix worldly gains, such as power or wealth as our goals, we end up compromising, on our Hereafter. On the contrary, when we set eternal success as our goal it also makes us successful, in the worldly life.

On the Day of Judgment and in the Hereafter the most exalted, the most fortunate people will be the ones, who had aimed for eternal success in life. They are those, who had put their entire efforts in pursuit of Allah's (SWT) Pleasure and Nearness. To achieve this target, Allah (SWT) has laid down three rules. The first rule, being the most important, has been emphasized the most and ironically, it is also the one which is generally paid less heed by seekers of Allah's Nearness. This essential rule is, to abstain from Allah's (SWT) disobedience, as well as, the company of the disobedient lot. This rule is often ignored. The excuse given is that we have to live amongst others and cannot alienate ourselves, from the society. The second rule is to "Prostate". This is the highest and the most exalted state of obedience and worship. It is also a state of being nearest to Allah (SWT). All acts of piety are worship and abiding by the Sunnah of Prophet (SAWS), is also worship. When we stand before Allah (SWT) in Salat (prayers), with purity of intention, our Rakooh (bowing down) is superior to Qiyam (standing) and our Prostration (Sajdah) is superior to Rakooh. Hence, the closest we can get to Allah (SWT), is in the state of Prostration (Sajdah). Quran says "Prostrate". It means, to live your life in

Surely, you have by day a chain of business. (73: 7)

Moreover, there are some occasions when oral *zikr* is not possible (e.g. during meals, sleep, or conversation); yet in some, oral *zikr* is prohibited (e.g. while Answering the call of nature); on such occasions the Prophet[S.A.W.] probably adopted *Zikr-e Qalbi*.

The Prophet[S.A.W.] Graded *Zikr* Superior to all Worship

Abu Saeed Khudri records his conversation with the Prophet[S.A.W], "I asked him what type of worship would be held in the highest esteem on the Day of Judgement?" He[S.A.W.] replied, "Those who constantly remember ALLAH will be the most esteemed ones." I sought a clarification whether they would also surpass the one who strives in the way of ALLAH. The Prophet[S.A.W.] replied, "If the said striver wields his sword against infidels till it breaks and is himself besmeared with blood, even then those who remember ALLAH would surpass him." (***Kitāb az-Zikr***, p: 19)

Zikr **- Superior to both Physical and Fiscal Worship**

Hadrat Abu Dar'dāh quotes the Prophet[S.A.W], "Should I not inform you of the most virtuous deed, far superior and rewarding, which shall raise you highest in His esteem, which is better than spending gold and silver in His cause, and is also preferable to waging war against infidels and seeking their extermination?" The Companions replied that they would be honoured to know it. The Propheft[S.A.W.] said, "*Zikr* is by far the best deed." (***Kitāb az-Zikr***, p: 20)

Zikr **is the Believer's Fortress**

The Prophet[S.A.W.] once addressed his Companions, "I command you to constantly remember ALLAH. It will provide you with protection like a fortress to a fugitive pursued by a fast moving enemy. Likewise, *zikr* is the only effective refuge against the onslaughts of the devil."

Shunning *Zikr* is Synonymous with Allegiance to the Devil

And he who loses sight of or shuns zikr, We assign to him a devil who becomes his (constant) companion. (43:36)

The devil has engrossed them to forget zikr. They are the devil's party. (58: 19)

Both of these verses clearly establish that shunning *zikr* amounts to cultivating friendship with the devil. Therefore a heedless person leaves ALLAH's party and enters that of the devil.

May ALLAH protect us all!

Continue On Page No. 52.....

near. (15-19:96). It is being said that this person will be seized in the most degrading manner; he will be dragged by his forelock. He may summon his friends for help; all those who supported and advised him in evil. Let him call them for help against the Almighty Allah! Allah (SWT), too, will command the guards of Hell, to seize him. A person who stops from piety should never be obeyed or considered. What then should be done? One should continue obeying Allah (SWT) with the same purity of intention, as one does when prostrating in Salaat (prayers). Further, all that is said and done must be within the limits of obedience of Allah (SWT) and Prophet (SAWS). The aim should be the attainment of Allah's Nearness. Eternal success is indeed Allah's Mercy and a reward. While recounting the bounties in Jannah, Allah (SWT) presents them as an incentive for the believers, that must be sought. Quran says; *To this end, let the aspirers aspire. (26:83)*

To Be Continued.....

"To associate myself with a gathering, engaged in *zikr*, after the morning prayer till sunrise, is dearer to me than freeing four slaves from the dynasty of my forefather, Prophet Isma'il[A.S]. Similarly, I prefer joining such a gathering after the Asr prayer till sunset to freeing four slaves."

States Abu Na'eem quoting the Prophet[S.A.W.]:

> "The gatherings for *zikr* are attended by the Angels, who cover the participants with their wings, while peace and tranquility descend on them. ALLAH's grace encompasses them and they are remembered by Him in return."

Imam Muslim and Imam Ahmad state that when believers assemble for *zikr*, Angels immediately cover them with their wings and the Grace of ALLAH descend on them, bestowing consolation and tranquility. In return, ALLAH remembers them in the presence of His confidants.

> Since it is established that *sûfi* gatherings and practices, in the morning and in the evening, are strictly in accordance with Hadith; there is no justification for any objection. (***Fatãwa al-Hadithiah***, vol: 1, p: 65)

The verse, quoted in the beginning of this chapter, has been elaborated upon in *Fatãwa al- Hadithiah* as explained above. Hence *Halqah-e Zikr* is permitted by the *Qurãn* and Hadith.

Halqah-e Zikr* Proved from the *Qurãn

> *Lo! We subdued the hills to hymn the praises (of their Rabb) with him at night-fall and sunrise. And the birds assembled...* (38: 18)

"...that the hymn of the hills and birds were audible, and is evident from the *Qurãnic* text and is further supported by the *kashf* of numerous *aulia*. This brings out determination secondly, that the participants in the assembly can control the diversion of attention during *zikr*. An assembly for *zikr* has a marvellous effect in warding off spiritual fears and in invigorating determination." (***Tafsir Kalam al-Muluk***)

This commentary shows that *Halqah-e Zikr*, i.e. collective *zikr*, is fully supported by the *Qurãn*. The commentator has also indicated the consequent benefits. The felicity and invigoration of the soul are easily perceptible; but Divine blessing can only be discerned by those who are spiritually illuminated. Its marvellous effect, as a whole, defies description. People, accustomed to playing with words, are incapable of appreciating spiritual states and emotion; and consequently seek consolation in outright denial.

CHAPTER-XV
THE SUPREMACY OF ZIKR

***Zikr* - Superior to All Forms of Worship**

As a reward for ALLAH's *zikr*, the *Qurãn* promises the believer a bounty par-excellence:

> *Therefore remember Me, I will remember you...* (2: 152)

This promise is exclusively for the one engaged in *zikr* and it is obvious that none can be luckier than him who is remembered by ALLAH. It also explains His declaration:

> *Truly! Zikr is the most superior...* (29: 45)

Since no form of worship is superior to ALLAH's *zikr*, the highest reward, "*I will remember you. . .*" has been reserved for those who remember Him.

The Prophet's[S.A.W.] Constant Occupation in *Zikr*

Narrates Hadrat A'ishah, "The Prophet[S.A.W.] remained occupied in *zikr kûl-e ahyanehi* (all of his time)."

Note that the expression *ahyan*, preceded by *kûl*, means continuous *zikr* without a break; whereas, the *Qurãn* speaks of the numerous engagements of the Propheft[S.A.W.]:

HALQAH-E ZIKR (Collective Zikr)

CHAPTER-XIV

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Notes: This Hadith establishes the following facts:

- To convene *Halqah-e Zikr* is a noble act, which the Angels are constantly in search of. It should be **Noted** that the participants and the Angels have one factor in common, i.e. engagement in *zikr*.
- *Zikr* is the only worship for which ALLAH's forgiveness has been announced.
- To seek the intercession of the righteous and the company of saints is commendable. Even a dissolute person may attain salvation by associating himself with those engaged in *zikr*.
- The association of a believer with a *wali*, even for short period, may pave the way for his redemption.

Gatherings for *Zikr* Enjoined

"Should I not inform you of the best deed, which will guarantee your salvation in this world as well as in the next? Listen! Hold fast on to the *zikr* gatherings." (*al-Mishkãt*, p: 467)

Notes:

- To seek and to participate in the gatherings for *zikr* is emphatic and imperative.
- Such gatherings provide the means for success in this world as well as in the next.
- *Zikr* attracts ALLAH's blessings and leads to peace and satisfaction of the heart.

Allama Ibn-e Hajr Asqalani had established *Halqah-e Zikr* in Egypt. However, it ceased to exist after sometime and was re-established by Allama Sayuti, but it met the same fate once again. This shows how particular were the eminent scholars of Hadith in organizing *Halqah-e Zikr*. According to *Faidh al-Bari* (vol: 2, p: 262), it was a normal feature with our pious precursors to organize *Halqah-e Zikr* after each *Salah*.

The particular *Sunnah* of *zikr* after *Salah* is proved from many a Hadith. According to Madkhal Ibn-e Hajj, all pious precursors, i.e. the Companions and the *Tabi'in* used to establish *Halqah-e Zikr* after *Fajr* (morning) and Asr (afternoon) prayers within the Mosques. Their *zikr* sounded like the buzzing of bees. This manner of *Zikr-e Khaffi* or *Pas Anfas* is a distinctive feature of the *Naqshbandiah* Order.

Practice of the *Sûfis* is based on the *Qurãn* and *Sunnah*

The *aurad-o wazaif* (articulate utterances in praise of ALLAH), usually recited by *sûfis* after *Salah* have been adopted from Hadith. Imam Bahaiqi quoted the Prophet[S.A.W.] with reference to Hadhrat Ans (a Companion):

"To engage myself in *zikr* with those so engaged from morning to sunrise and after Asr to sunset is dearer to me than the entire world and everything within." (***Fatãwah al-Hadithiah***, vol: 1, p: 65)

In Abu Daud, an authentic compilation of Hadith, Hadhrat Ans quotes the Prophet

MONTHLY
Al-Murshid

May 2017

Shaban-ul-Muazzam/Ramzan-ul-Mubarak 1438h

الله
رسول
محمد

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ
حَتّٰی لَایُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہ اَللّٰہ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ
السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہ اللّٰہ ... (رواہ مسلم)

Narrated by Hazrat Anas (RAU) that Prophet (SAWS) said: Certainly Qaimat (Doomsday) will not be established till there remains in the world even a single person who remembers Allah (SWT).

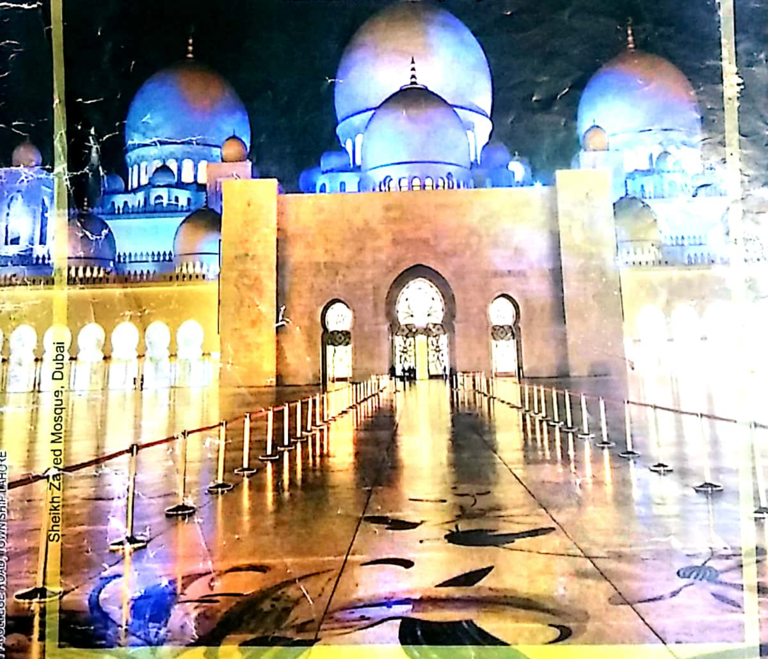

Sheikh Zayed Mosque, Dubai

Reciting Darood before and after making Dua will increase the likelihood of it being accepted. (Page No. 11)

(Page No. 11)

Al-Sheikh Hazrat Mulana Ameer Muhammad Akran Awan (MZA)

COLLEGE ROAD, TOWNSHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255